DifaAhleSunnat.com

تحقیق حدیث

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما

در مسئلہ رفع یدین

زبیر علی زئی کے تعاقب میں

زبیر علی زئی کی کتاب "نور العینین" کے جواب میں

مرتب

ریحان جاوید

ناشر

مکتبہ اہل سنت گلشن اقبال کراچی

DifaAhleSunnat.com

Website: Difaahlesunnat.com

دفاعِ اہلسنت

علماء دیوبند

سوشل میڈیا کے جدید دور میں

- یوٹیوب کے اُردو بیانات
- نعت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
- آن لائن دروس، نماز کے مسائل
- آن لائن پی ڈی ایف کتابیں
- صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے موضوعات پر بیانات
- نماز کے مسائل پر کتابیں
- قرآن کریم کی تلاوتیں
- صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے موضوعات پر کتابیں

حاصل کرنے کے لیے ہماری Difaahlesunnat.com وزٹ کیجئے

اور اپنے دوست احباب سے شیئر کرنا مت بھولیے!

Email: difaahlesunnat@gmail.com

Website: Difaahlesunnat.com

DifaAhleSunnat.com

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

نام کتاب ـــــــــــ تحقیق حدیث عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما

مرتب ـــــــــــ ریحان جاوید

تاریخ طبع ـــــــــــ جولائی 2009ء

تعداد ـــــــــــ 500

کمپوزنگ ـــــــــــ ایمان گرافکس 0321-7438191 0300-5757044

ناشر ـــــــــــ مکتبہ اہل سنت گلشن اقبال کراچی

قیمت ـــــــــــ

ملنے کا پتہ

ریحان جاوید

مکان نمبر E/120 بلاک نمبر 13/A

ریلوے سوسائٹی۔ گلشن اقبال۔ کراچی

0333-2489988

021-7707736

021-4990749

Eman graphics : 0300-5757044

فہرست مضامین

عنوان	صفحہ
مقدمہ	7
ابتدائیہ	15
ہندوستان میں رفع یدین کی ابتدا	15
سر سید احمد خان کا خط	20
اثبات اور نفی کی وضاحت	22
اعتراض	22
جواب	22
عملِ اہلِ حدیث در مسئلہ رفع یدین	24
دعویٰ اہل حدیث در مسئلہ رفع یدین	24
اثبات رفع الیدین کی اہم دلیل	26
حدیث عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما	26
چار مقام والی	26
اس کے کئی جواب ہیں	26
جواب نمبر۱	26
یہ روایت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے عمل کے خلاف ہے	26
جواب نمبر۲، یہ روایت مضطرب ہے	34
(۱) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے صرف تکبیر تحریمہ کے وقت رفع یدین کرنے کی روایات	34
حدیث نمبر۱	34
حدیث نمبر۲	36
حدیث نمبر۳	38
حدیث نمبر۴	41
حدیث نمبر۵	41
حدیث نمبر۶	41
(۲) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے صرف تکبیر تحریمہ کے وقت اور رکوع سے سر اٹھاتے وقت رفع یدین کرنے کی روایات	42

DifaAhleSunnat.com

عنوان	صفحہ
(۳) حضرت عبداللہ بن عمر ؓ سے تکبیر تحریمہ کے وقت اور رکوع میں جاتے وقت اور	44
رکوع سے سر اٹھاتے وقت کا رفع الیدین اور سجدوں کی نفی	44
(۴) حضرت عبداللہ ابن عمر ؓ سے ہر اونچ نیچ کے وقت رفع یدین کرنے کی روایات اور جب کسی آدمی کو دیکھتے کہ وہ نماز میں رفع یدین نہیں کر رہا تو اسے کنکریاں مارنا	44
(۵) حضرت ابن عمر ؓ سے سجدوں میں رفع الیدین کی روایات	45
(۶) حضرت عبداللہ بن عمر ؓ سے ایک رکعت پڑھ کر رفع الیدین کرنے کی روایات	46
(۷) حضرت ابن عمر ؓ سے چار مقامات پر (یعنی اذا قام من الرکعتین) رفع الیدین کرنے کی روایات	47
جواب نمبر۳، یہ روایت موقوف ہے مرفوع نہیں	48
جواب نمبر۴: اس کی سند میں ایک راوی عبدالاعلیٰ ہے جو صحیح نہیں	49
عبدالاعلیٰ بن عبدالاعلیٰ کا تعارف	51
دس محدثین کی اس پر جرح	52
زبیر علی زئی کی توثیق کا جواب	54
(۱) امام بیہقی ؒ کی توثیق کا جواب	55
(۲) امام ابن حبان ؒ کی توثیق کا جواب	55
(۳) امام ترمذی کی تحسین	56
(۴) امام یحییٰ بن معین ؒ	57
(۵) حافظ ابن حجر ؒ	57
(۶) امام ابوزرعہ ؒ اور امام ابوحاتم ؒ کی توثیق	57
(۷) بخاری شریف اور مسلم شریف	57
جواب نمبر۵: اس روایت سے دوام ثابت نہیں ہوتا	58

DifaAhleSunnat.com

صفحہ	عنوان
60	جواب نمبر ٦: ابن عمر رضی اللہ عنہما کا بھول جانا
61	جواب نمبر ٧: یہ حدیث، حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے خلاف ہے
63	حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ
64	زبیر علی زئی کے حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ پر اعتراضات اور ان کے جوابات
71	اب ان علماء کے نام سن لیں جنہوں نے اس حدیث کی تصحیح وتحسین کی ہے
71	اب اس حدیث کی تصحیح وتحسین کرنے والے غیر مقلدین علماء کے نام سن لیں
72	خلاصہ
73	تدلیس سفیان ثوری رحمہ اللہ اور اس کا جواب
74	سفیان ثوری رحمہ اللہ طبقہ ثانیہ کے مدلس ہیں
74	غیر مقلدین کے علماء کا سفیان ثوری رحمہ اللہ کو طبقہ ثانیہ میں شمار کرنا
75	غیر مقلدین کی چالاکی
76	رفع الیدین کے منسوخ ہونے پر زبردست دلیل
77	حدیث عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما
77	اس روایت پر غیر مقلد زبیر علی زئی صاحب کے اعتراضات کے جوابات
77	اعتراض نمبر ١
77	جواب اول
78	جواب دوم
78	ایک شبہ اور اس کا ازالہ
79	اعتراض نمبر ٢
79	جواب
79	چیلنج
80	اعتراض نمبر ٣
80	جواب
80	اعتراض نمبر ٤

DifaAhleSunnat.com

عنوان	صفحہ
جواب	81
اعتراض نمبر ۵	81
جواب	81
اعتراض نمبر ۶	81
جواب نمبر ا	81
جواب نمبر ۲	82
اعتراض نمبر ۷	83
جواب	83
تنبیہ	85
اعتراض نمبر ۸	86
جواب	86
اعتراض نمبر ۹	88
جواب	88
اعتراض نمبر ۱۰	88
جواب	89
خلاصۃ التحقیق	90
جواب نمبر ۸: یہ روایت قولی حدیث کے خلاف ہے	91
ترک رفع یدین کی قولی حدیث	91
ترک رفع الیدین کی دوسری قولی حدیث	92
ترجمہ	93
اعتراض	93
جواب	93

DifaAhleSunnat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مقدمہ

الحمدللہ و کفٰی و سلام علی عبادہ الذین اصطفٰی

اما بعد!

یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ متحدہ ہند و پاک میں اسلام لانے والے اور اسلام کی نشر و اشاعت کرنے والے سب مسلمان اہل سنت والجماعت حنفی تھے۔ سلاطین بھی اکثر و بیشتر حنفی تھے۔ اسی لیے صدیوں تک یہاں اسلامی قانون کی حیثیت سے فقہ حنفی رہی۔ اسی کے مطابق احکامات جاری ہوتے تھے اور اسی کے مطابق فیصلے ہوتے تھے اور فقہ حنفی کی روشنی میں شریعت پر عمل کرنے میں کسی قسم کا کوئی اختلاف و انتشار نہیں تھا چنانچہ اس حقیقت کا اظہار نواب صدیق حسن خان صاحب بھوپالی بھی فرماتے ہیں۔

نواب صاحب لکھتے ہیں:

خلاصہ حال ہندوستان کے مسلمانوں کا یہ ہے کہ جب سے یہاں اسلام آیا ہے چونکہ اکثر لوگ بادشاہوں کے طریقہ اور مذہب کو پسند کرتے ہیں۔ اس وقت سے آج تک یہ لوگ حنفی مذہب پر قائم رہے اور ہیں اور اسی مذہب کے عالم اور فاضل قاضی اور مفتی اور حاکم ہوتے رہے ہیں۔ (ترجمان وہابیہ صفحہ ۱۰)

بد قسمتی سے اس سرزمین پر جب انگریز کے منحوس قدم پڑے اور اس کا تسلط یہاں [illegible] گیا تو اس کے ساتھ ہی دین بیزاری، ذہنی انتشار اور فکری آوارگی کا ایک شدید سیلاب [illegible] انگریز نے اس خطہ سے اسلام کو مٹانے کی ہر ممکن کوشش کی۔ ہزاروں علماء [illegible] مسلمانوں کو تہ تیغ کیا لیکن وہ اسلام کے جیالے سپاہیوں [illegible] سے اسلام [illegible]

DifaAhleSunnat.com

ناکام رہا۔ اور اسلام کو مٹانے کے لیے اس کی ناپاک کوششیں کامیاب نہ ہوئیں، فرنگی شاطر نے جب دیکھا کہ وہ ظلم وستم کے ذریعے اسلام کو ختم نہیں کرسکتا تو اس نے اس کام کے لیے اہل اسلام میں سے چند افراد کو خریدا تاکہ وہ انگریز کے اصول ڈیوائڈ اینڈ رول (لڑاؤ اور حکومت کرو) کے تحت امت مسلمہ کے شیرازہ کو بکھیریں، انگریز نے انہیں اس کام کے لیے ہر قسم کی مدد فراہم کی، بیشمار دولت اور بڑی بڑی جائیدادیں، انگریز کے ان پروردہ وزر خرید لوگوں نے اپنے آقا کی اس خطرناک سکیم کو بڑی تندہی کے ساتھ عملی جامہ پہنایا، نتیجتاً امت مسلمہ کا اتحاد پارہ پارہ ہو گیا اور اتحاد واتفاق کی جگہ نفاق وشفاق اور اختلاو انتشار نے لے لی بہت سے جدید فتنے اٹھ کھڑے ہوئے جنہوں نے امت مسلمہ کے امن وچین کو برباد کر دیا۔ ان فتنوں میں ایک مہیب فتنہ غیر مقلدیت کا ہے۔

اس فتنے کے بانیوں نے عمل بالحدیث کی آڑ میں تقلید کا انکار کیا اور ان اعمال کو رواج دینے کی سعی کی جو یا تو ائمہ اربعہ میں مختلف فیہ ہیں یا بالکل متروک ہو چکے ہیں اور ائمہ اربعہ کے مقلدین میں سے کسی کا بھی ان پر عمل نہیں ہے اور (خود اجتہادی) کے نشے میں ایسے ایسے مسائل کو تختہ مشق بنایا جو خیر القرون سے ائمہ مجتہدین کے درمیان اجماعی اور متفق علیہ چلے آرہے ہیں۔ اس کا نتیجہ یہ برآمد ہوا کہ اسلاف سے بدگمانی پیدا ہوئی۔ رفتہ رفتہ ان کی باتوں پر نکیر، اور خود ان پر بدزبانی ہونے لگی۔ انجام کام گھر گھر سر پھٹول لڑائی جھگڑے اور سرکاری مقدمات کی نوبت آنی شروع ہو گئی۔ انگریز تو چاہتا ہی یہی تھا کہ مسلمان اتفاق اور اتحاد سے نہ رہیں اس لیے اس نے ان لوگوں کی خوب حوصلہ افزائی کی اور انہیں ہر قسم کی امداد و اعانت فراہم کی (جس کی قدر تفصیل اسی مقدمہ میں آگے آرہی ہے) دوسری طرف غیر مقلدین نے بھی انگریز کی حکومت کو اپنے لیے ابر رحمت سمجھتے ہوئے اسے مستحکم کرنے اور انگریز کے مخالفین کو کچلنے کے سلسلے میں انگریز کی مکمل جماعت اور بہر نوع اس کا تعاون کیا۔

دونوں طرف ہے آگ برابر لگی ہوئی

اس لیے یہ بات ہم پورے وثوق سے کہہ سکتے ہیں کہ غیر مقلدیت کا فتنہ انگریز کا کھڑا کیا

DifaAhleSunnat.com

ہوا ہے۔ متحدہ ہندستان میں انگریز کی آمد سے پہلے اس کا کوئی وجود نہ تھا، اس سلسلہ کہ کچھ شواہد پیش کیے جاتے ہیں۔ یہ شواہد ہمارے طبع زاد نہیں ہیں بلکہ یہ وہ حقائق ہیں جو غیر مقلدین کی کتب میں بکھرے ہوئے ہیں۔ ہم نے صرف انہیں اکٹھا کر دیا ہے۔

انہیں کے مطلب کی کہہ رہا ہوں
زبان میری ہے بات ان کی

۱۔ انگریز کی آمد سے پہلے متحدہ ہندوپاک میں مسلمان بھی تقلید کے منکر نہ تھے اہل سنت والجماعت حنفی تھے۔ چنانچہ اس سلسلے میں نواب صاحب کا حوالہ پہلے گزر چکا ہے۔

جب سے اس سرزمین پر انگریز کے منحوس قدم آئے تو دین و مذہب سے آزادی اور بے راہ روی بھی نکلی۔

مولوی محمد حسین بٹالوی صاحب لکھتے ہیں:

''اے حضرات! یہ مذہب سے آزادی اور خودسری و خود اجتہادی کی تیز ہوا یورپ سے چلی ہے اور ہندوستان سے ہر شہر و بستی و کوچہ وگلی میں پھیل گئی ہے جس نے غالباً ہندوؤں کو ہندو اور مسلمانوں کو مسلمان نہیں رہنے دیا۔ حنفی اور شافعی مذاہب کا تو کیا پوچھنا ہے''۔

(اشاعۃ السنۃ جلد ۱۹ شمارہ ۸ صفحہ ۲۵۵)

آزادی کی یہ ہوا اتفاقاً نہیں چلی تھی بلکہ اس میں انگریزی حکومت کہ منشا و مرضی بھی شامل تھی چنانچہ نواب صدیق حسن خان صاحب لکھتے ہیں:

''فرماں روایان بھوپال کو ہمیشہ آزادگئی مذہب میں کوشش رہی جو خاص منشاء گورنمنٹ انڈیا کا ہے دولت عالیہ برٹش نے اس معاملہ میں قدیماً و حدیثاً ہر جگہ انصاف پر نظر رکھی ہے کسی جگہ مجرد تہمت و افتراء پر کاروائی خلاف واقع نہیں فرمائی بلکہ اشتہار آزادی مذہب جاری کیے''۔ (ترجمان وہابیہ صفحہ ۳)

۲۔ انگریز کی آمد سے پہلے یہاں کے مسلمان کفار سے جہاد کرتے رہے کسی نے بھی جہاد کے خلاف کوئی فتویٰ نہیں دیا لیکن غاصب انگریز سے جب مجاہدین ہند نے جہاد کیا تو غیر

مقلدین نے اس کی سخت مخالفت کی۔ ہندوستان کو ''دارالسلام'' قرار دیا اور انگریزی حکومت کے خلاف جہاد کے بلکل ناجائز ہونے کا فتویٰ دیا۔ بلکہ عزم جہاد کو گناہ کبیرہ قرار دیا۔ اور جہاد کرنے والوں کے لیے نہایت سخت الفاظ استعمال کیے۔

نواب صدیق حسن خان صاحب لکھتے ہیں:

''کل مسلمانوں کو سرکار کی مخالفت، ناجائز ہے اور کسی شخص کو حیثیت موجودہ پر ہندوستان کے دارالسلام ہونے میں شک نہ رہے''۔ (ترجمان وہابیہ صفحہ ۴۸)

نیز فرماتے ہیں: ''جب یہ ملک دارالسلام ہوا تو پھر یہاں جہاد کرنا کیا معنیٰ بلکہ عزم جہاد ایسی جگہ ایک گناہ ہے بڑے گناہوں سے''۔ (ترجمان وہابیہ صفحہ ۱۵)

نواب صاحب جہاد آزادی ۱۸۵۷ء سے اپنی اور اپنے فرقہ کی برات ظاہر کرتے ہوئے یوں گویا ہوتے ہیں۔ ''کسی نے نہ سنا ہوگا کہ آج تک کوئی موحد، متبع سنت، حدیث وقرآن پر چلنے والا، بیوفائی اور قرار توڑنے کا مرتکب ہوا یا فتنہ انگریزی اور بغاوت پر آمادہ ہوا۔ جتنے لوگوں نے غدر میں شر وفساد کیا اور حکام انگلشیہ سے برسر عناد ہوئے وہ سب کے سب مقلدان مذہب حنفی تھے''۔ (ترجمان وہابیہ صفحہ ۲۵)

قارئین کرام! یہ نہیں سمجھنا چاہیے کہ انگریز کہ خلاف جہاد کرنے کہ مخالف صرف نواب صاحب ہی تھے بلکہ دیکھا جائے تو گروہ غیر مقلدین کہ تقریباً سب اکابر واصاغر جہاد کے خلاف تھے۔

چنانچہ غیر مقلدین کے شیخ الکل میاں نذیر حسین دہلوی صاحب کے پاس ایک استفتاء آیا کہ جہاد فرض عین ہے یا فرض کفایہ؟ اور اس وقت جہاد ہے یا نہیں؟ میاں صاحب نے اس کے جواب میں جہاد کی چار شرطیں بیان فرمائیں اور آخر میں لکھا۔

''پس جب یہ بات بیان ہو چکی تو میں کہتا ہوں کہ اس زمانہ میں ان چار شرطوں میں سے کوئی شرط موجود نہیں تو کیونکر جہاد ہوگا ہر گز نہیں ہوگا''۔ (فتاویٰ نذیریہ ج ۴ صفحہ ۴۷۲)

ایک اور سائل کے جواب میں ارشاد فرماتے ہیں:

''ہندوستان میں شوکت وقوت اور قدرت سامان و آلات مفقود ہے اور امان و پیمان یہاں

موجود، پس جب کہ شرط جہاد کی اس دیار میں معدوم ہوئی تو جہاد کا کرنا یہاں سبب ہلاکت اور معصیت کا ہوگا'' (فتاویٰ نذیریہ ج ۲ صفحہ ۴۷۲)

میاں صاحب کے اس فتویٰ پر درج ذیل غیر مقلدین علماء نے بھی تائیدی دستخط ثبت فرمائے ہیں۔

(۱) سید محمد ابوالحسن (۲) سید محمد عبدالسلام ۱۲۹۹ھ (۳) محمد یوسف ۱۳۰۳ھ (۴) محمد عبدالحمید ۱۲۹۱ھ (۵) محمد عبدالصمد خانپن ملا عبدالواحد ۱۲۹۲ھ (۶) المعتصم بحبل اللہ الاحد ابوالبرکات حافظ محمد ۱۲۹۲ھ (۷) محمد عبدالغفار ۱۲۸۸ھ (۸) محمد عبدالعزیز ۱۲۸۸ھ (۹) محمد اسحاق ۱۲۵۵ھ (۱۰) شہاب الدین ۱۲۸۸ھ (۱۱) عبدالغفور ۱۲۸۸ھ (۱۲) محمد عبدالخالق عفی عنہ کھولنوی (۱۳) وصیت علی عفی عنہ (۱۴) ابوالفضل محمد عبدالسلام نصیرآبادی (۱۵) محمد سعید عفی اللہ عنہ البنارسی۔

مولوی محمد حسین بٹالوی صاحب نے ۱۸۷۶ء میں انگریز سے جہاد کے خلاف ایک رسالہ ''الاقتصاد فی مسائل الجہاد'' لکھا جس میں انہوں نے بزعم خوش یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ ہندوستان دارالسلام ہے اس لیے یہاں جہاد جائز نہیں بلکہ اس وقت دنیا میں کہیں بھی جہاد جائز نہیں ہے۔

پروفیسر محمد ایوب قادری صاحب لکھتے ہیں:

''مولوی محمد حسین بٹالوی نے سرکار برطانیہ کی وفاداری میں جہاد کی منسوخی پر ایک مستقل رسالہ ''الاقتصاد فی مسائل الجہاد'' ۱۲۹۲ میں لکھا۔ انگریزی اور عربی زبانوں میں اس کے ترجمے ہوئے۔ یہ رسالہ سر چارلس ایچی سن اور سر جیمس لائل، گورنر آف پنجاب کے نام معنون کیا گیا۔ مولوی محمد حسین نے اپنی جماعت کے علماء سے رائے لینے کے بعد ۱۲۹۶ء یہ رسالہ اشاعت السنہ کی جلد دوم شمارہ گیارہ میں بطور ضمیمہ شائع کیا پھر مزید مشورہ و تحقیق کے بعد ۱۳۰۶ میں باضابطہ کتابی صورت میں شائع ہوا۔ (جنگ آزادی ۱۸۵۷ء۔ صفحہ ۶۴)

مولوی محمد حسین صاحب اپنے رسالہ میں ارشاد فرماتے ہیں:

''اس مسئلہ اور اس کے دلائل سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ ملک ہندوستان باوجود یہ کہ عیسائی سلطنت کے قبضہ میں ہے دارالسلام ہے۔ اس پر کسی بادشاہ کو عرب کا ہو خواہ عجم کا،

مہدی سوڈان ہو، یا خود حضرت سلطان (ترکی کا بادشاہ) شاہ ایران ہو خواہ امیر خراسان مذہبی لڑائی و چڑھائی کرنا جائز نہیں ہے"۔ (الاقتصاد فی مسائل الجہاد صفحہ ۲۵)

قائین کرام! ان اقتباسات خصوصاً فتاویٰ اور ان کے مصدقین کو مدنظر رکھنے کے بعد اس بات میں کوئی شبہ باقی نہیں رہتا کہ غیر مقلد علماء کی بڑی اکثریت اور ان کے جمہور نے انگریز کے خلاف جہاد کرنے کی مخالفت کی ہے۔

۳۔ انگریز کی آمد سے پہلے غیر مقلدین حضرات کے کسی مدرسہ و مسجد کا نام ونشان تک نہیں ملتا، اور نہ ہی کسی کتاب کا یا کم از کم کسی چھوٹے سے رسالے کا سراغ ملتا ہے جس میں کم از کم نماز کا طریقہ اور اس کے عام پیش آنے والے مسائل کا ذکر ہو، لیکن جونہی ہندوستان میں انگریز کی آمد ہوتی ہے اور نواب صدیق حسن خان صاحب، ریاست بھوپال کے لیے، ملکہ کٹوریہ کی طرف سے مقرر کردہ والیہ شاہ جہان بیگم کے نکاح میں آتے ہیں جسکے صلہ میں انہیں بے پناہ دولت ملتی ہے تو ہر طرف سے غیر مقلدین کی کتب کی بھرمار ہو جاتی ہے۔ بڑی بڑی کتابیں ان کی شروحات اور تراجم چھپنے لگتے ہیں۔ اس حقیقت کو سامنے رکھیں تو آپ کو معلوم ہوگا کہ غیر مقلدین کا وجود، منحوس انگریز ہی کا رہین منت ہے۔

۴۔ ہندوستان میں بسنے والے مسلمانوں میں سے کسی نے انگریز کی اتنی خوشامد اور چاپلوسی نہیں کی جتنی غیر مقلدین نے کی ہے ان حضرات نے اپنے آپ کو انگریزی حکومت کا سب سے زیادہ خیر خواہ اور وفادار ثابت کیا، انگریز حکومت کو عادل، مہربان گورنمنٹ اور خدا کی رحمت قرار دیتے ہوئے اس کے زیر سایہ رہنے کو اسلامی سلطنتوں کے زیر سایہ رہنے سے بہتر قرار دیا۔

نواب صدیق حسن خان صاحب لکھتے ہیں:

"کوئی فرقہ ہماری تحقیق میں زیادہ تر خیر خواہ اور طالب امن وامان وآسائش رعایا کا اور قدر شناس بندوبست گورنمنٹ کا اس گروہ سے نہیں ہے جو آپ کو اہل سنت وحدیث کہتا ہے اور کسی مذہب خاص کا مقلد نہیں ہے"۔ (ترجمان وہابیہ صفحہ ۵۸)

میاں نذیر حسین صاحب کے شاگرد رشید اور سفر حج کے رفیق مولوی تلطف حسین

صاحب نے ایک موقعہ پر پاشا سے گفتگو کرتے ہوئے کہا:

''ہم یہ کہنے سے معذور سمجھے جائیں کہ انگریزی گورنمنٹ ہندوستان میں ہم مسلمانوں کے لیے خدا کی رحمت ہے'' (الحیاۃ بعد المماۃ صفحہ ۹۳)

مولوی محمد حسین بٹالوی صاحب تحریر فرماتے ہیں:

''اس گروہ اہل حدیث کے خیر خواہ ووفادار رعایا برٹش گورنمنٹ ہونے پر ایک بڑی روشن اور قوی دلیل یہ ہے کہ یہ لوگ برٹش گورنمنٹ کے زیر حمایت رہنے کو اسلامی سلطنتوں کے زیر سایہ رہنے سے بہتر سمجھتے ہیں اور اس امر کو اپنے قوی وکیل اشاعت السنۃ کے ذریعے سے گورنمنٹ پر بخوبی ظاہر اور مدلل کر چکے ہیں جو آج تک کسی اسلامی فرقہ رعایا گورنمنٹ نے ظاہر نہیں کیا اور نہ آئندہ کسی سے اس کے ظاہر ہونے کی امید ہو سکتی ہے''۔ (اہل حدیث اور انگریز بحوالہ اشاعت السنۃ جلد ۸ شمارہ ۹، صفحہ ۲۶۲)

مولوی عبدالرحیم عظیم آبادی اپنی کتاب ''الدر المنثور فی تراجم اہل صادقفور'' میں حکومت برطانیہ کو عادل اور مہربان گورنمنٹ قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں۔

''خاص کر فرقہ اہل حدیث کے لیے تو کسی اسلامی سلطنت میں بھی یہ آزادی مذہبی (کہ وہ بلا مزاحمت اپنے تمام ارکان دینی ادا کریں) نصیب نہیں جو برٹش حکومت میں انہیں حاصل ہے پس ان کا فرض مذہبی ومنصبی دونوں ہے کہ وہ ایسی عادل اور مہربان گورنمنٹ کی مطیع وفرماں بردار رعایا ہوں اور ہمیشہ دعا گوئے سلطنت ہیں۔'' فتدبر ولا تکن من الغافلین''۔ (الدر المنثور طبع اول صفحہ ۲)

۵۔ اسلامی تاریخ میں کوئی واقعہ ایسا نہیں ملتا کہ کسی مسلم جماعت نے اپنا مذہبی ومسلکی نام کسی غیر مسلم حکومت سے الاٹ کروایا ہو، ہاں ہندوستان کے انگریزی دور میں یہ واقعہ ضرور ملتا ہے کہ غیر مقلدین نے برٹش گورنمنٹ کو یہ درخواست دی کہ انہیں وہابی کے بجائے اہلحدیث کے نام سے مخاطب کیا جائے، برٹش گورنمنٹ نے غیر مقلدین کی خدمت کے پیش نظر یہ درخواست منظور کی اور سرکاری دفاتر اور کاغذات میں غیر مقلدین کو وہابی۔ کے

بجائے اہلحدیث لکھنے کا حکم دیا۔

مولوی عبدالمجید خادم سوہدروی غیر مقلدین رقم طراز ہیں:

''مولوی محمد حسین بٹالوی نے اشاعت السنۃ کے ذریعے اہل حدیث کی بہت خدمت کی۔ لفظ ''وہابی'' آپ ہی کی کوشش سے سرکاری دفاتر اور کاغذات سے منسوخ ہوا اور جماعت کو اہل حدیث کے نام سے موسوم کیا گیا آپ نے حکومت کی یہ خدمت بھی کی اور انعام میں جاگیر پائی''۔ (حاشیہ سیرت ثنائی صفحہ ۳۵۲)

یہیں سے غیر مقلدین کے اس مغالطہ کا پردہ بھی چاک ہو جاتا ہے جو وہ عام طور پر لوگوں کو دیا کرتے ہیں کہ ہمارا فرقہ نیا نہیں ہے بلکہ قدیم سے چلا آرہا ہے حدیث و تاریخ کی کتابوں میں اہل حدیث کے نام سے ہمارا تذکرہ موجود ہے۔

کیوں کہ غیر مقلدین کا فرقہ اگر قدیم سے چلا آرہا ہوتا اور یہ پہلے ہی سے اہل حدیث کے نام سے موسوم ہوتے تو اب انہیں انگریزی حکومت کو اپنا نام اہل حدیث رکھوانے کی درخواست نہ دینی پڑتی۔ معلوم ہوا کہ یہ ان حضرات کا محض ایک مغالطہ ہے۔ کتب وحدیث و تاریخ میں جہاں کہیں لفظ اہلحدیث دیکھا غلط طور پر سمجھ بیٹھے کہ یہ ہمارے ہی طبقہ کا ذکر ہے۔

قارئین کرام! آپ نے غیر مقلدین کی کچھ مختصر سی تاریخ خود ان کی کتابوں کے حوالوں سے ملاحظہ فرمائی۔ اس سے آپ نے یقیناً یہ اندازہ لگالیا ہوگا کہ غیر مقلدین کا فرقہ سراسر انگریز کا رہین منت ہے۔ انگریز کی آمد سے پہلے اس کا کوئی وجود نہیں ملتا۔ غیر مقلدین حضرات نے قرآن وحدیث کی آڑ میں تقلید ائمہ کا انکار کر کے انگریز کی منشاء کے مطابق دین متین میں وہ رخنہ ڈالا ہے جس کی نظیر نہیں پیش کی جاسکتی۔ آج ان کا دعوٰی ہے کہ ہم قرآن وحدیث کا نور پھلانے والے ہیں۔ ہم کسی امتی کے مقلد نہیں۔ براہ راست نبی کریم ﷺ کی اتباع کرتے ہیں۔ جبکہ ایسا ہرگز نہیں ہے ویسے تو تقلید کے منکر ہیں لیکن اپنے مولوی کی بات کو نبی کی بات کی طرح تصور کرتے ہیں۔

(محمد سفیان اسلم)

ابتدائیہ

نحمدہ و نصلی و نسلم علی رسولہ الکریم۔ اما بعد

غیر مقلدین سے اہل سنت والجماعت حنفی کا بہت سے مسائل میں اختلاف ہے ان میں سے ایک مشہور مسئلہ رفع یدین کا بھی ہے۔ اس مسئلہ پر دونوں طرف سے کافی کتابیں لکھی جا چکی ہیں، لکھی جا رہی ہیں اور لکھی جاتی رہیں گی۔ جو کتابیں اہل سنت کی ہماری نظر سے گزری ہیں ان میں سے چند کے نام یہ ہیں۔

نیل الفرقدین، بسط الیدین، کشف الرین، جلاء العین، ازالۃ الرین، نور العینین، نور الصباح جلد اول، دوم، تحقیق مسئلہ رفع الیدین، اسوہ سرور کونین فی ترک رفع الیدین، سنت رسول الثقلین فی ترک رفع الیدین، نماز میں بتدریج ترک رفع الیدین وغیرہ وغیرہ۔ حال ہی میں ایک غالی قسم کے غیر مقلد زبیر علی زئی نے ایک کتاب شائع کی ہے۔ جو اس کے مختلف مضامین کا مجموعہ ہے۔ غیر مقلدین اسکو اس مسئلہ میں حرف آخر سمجھ رہے ہیں۔ حالانکہ زبیر علی زئی نے نہ اس میں اپنا عمل لکھا اور نہ ہی دعویٰ۔ اور پوری کتاب میں صرف ۴ چار روایات ایسی ہیں جن میں چار مقام پر رفع یدین کا ذکر ہے۔ ان چار میں سے سب سے وزنی جو سمجھی جاتی ہے وہ حدیث عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت ہے جو بخاری شریف ج ا صفحہ ۱۰۲ میں نافع کے طریق سے مروی ہے۔ اس کتاب میں اس حدیث کی تحقیق کی گئی ہے اور زبیر علی زئی کا تعاقب بھی کیا ہے، انشاء اللہ باقی تین روایات پر بھی لکھیں گے۔

ہندوستان میں رفع یدین کی ابتداء

امام خان نوشہروی صاحب ایک سرخی قائم کرتے ہیں ''دوسرا دور...... ہندوستان میں عمل بالحدیث کس طرح جاری ہوا'' اور اس سرخی کے تحت محمد یوسف پنشنر (جو ساری زندگی ملازمت کر کے ریٹائر ہونے کے بعد پنشن سے فیض یاب ہوا) کا قصہ درج فرماتے ہیں تفریح طبع کے طور پر آپ بھی وہ طویل قصہ سن لیجیے تاکہ آپ پر اچھی طرح واضح ہو جائے

کہ ہندوستان میں غیر مقلدین کا عمل بالحدیث کس طرح اور کب جاری ہوا اور اس کو شروع کرنے والے کون تھے؟ نوشہروی صاحب اس کا قصہ خود اس کی زبانی نقل کرتے ہیں۔

''۱۸۶۰ء کا واقعہ ہے کہ میری عمر تخمیناً ۲۰ برس کی تھی میں امرتسر میں کتب فروشی کرتا تھا کہ میرے پاس مظاہر حق بھی آئی۔ میں نے اس میں رفع یدین کی حدیث دیکھی تو اپنے استاد ابوعبداللہ مولوی غلام علی صاحب مرحوم امرتسری کی خدمت میں پیش کی۔ مولوی صاحب موصوف چونکہ ان دنوں حنفی تھے۔ اس لیے انہوں نے جواب دیا یہ حدیث شافعیوں کی ہے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو لیا ہے، ہمارے امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے اسے قبول نہیں کیا۔ (مگر بعد میں اہل حدیث ہو گئے) میں نے کہا: حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے یا نہیں؟ کیا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ تقسیم کی ہے؟ مولوی صاحب نے کہا: حدیث تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے مگر ہمارے امام کا اس پر عمل نہیں، یہی جواب میرے دوست شیخ محی الدین مرحوم لاہوری نے دیا مگر میری تسلی اس سے نہ ہوتی تھی۔ میں برابر مولوی غلام رسول صاحب کی مسجد میں رفع یدین کرتا رہا۔ ایک دفعہ مولوی صاحب موصوف نے مجھ کو اپنی مسجد سے نکال دیا۔ انہی دنوں امرتسر میں مولوی عبداللہ مرحوم سوڑیاں والے اور مولوی عبداللہ تلکونڈی اور سید حسن شاہ بٹالہ والے آئے تھے۔ میں نے انکے پیچھے نماز پڑھی تو آمین بالجہر کہی۔ انہوں نے مجھے منع کیا تو میں نے حدیث ان کے سامنے پیش کی۔ انہوں نے بھی وہی جواب دیا جو میرے استاد مولوی غلام علی صاحب مرحوم نے دیا تھا کہ اس حدیث پر امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا عمل ہے۔ ہمارے امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا اس پر عمل نہیں۔ میں نے کہا کہ یہ حکم بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ عمل کرے اور امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ عمل نہ کرے۔ انہوں نے مجھ سے پوچھا کہ تو کس کا شاگرد ہے؟ میں نے کہا: میں مولوی غلام علی صاحب کا شاگرد ہوں۔ بولے: افسوس! وہ تو حنفی تھے وہ کیوں لامذہب ہو گئے۔ پھر تینوں صاحب غصے میں مولوی صاحب موصوف کی مسجد میں پہنچے۔ پوچھا: آپ نے اس لڑکے کو کیا سکھایا ہے؟ مولوی صاحب موصوف نے کہا: میں نے اس کو مسجد سے نکلوا دیا ہے۔ وہ میری نہیں سنتا۔ مگر تینوں

کے اصرار کرنے پر مولوی صاحب ممدوح بھی میری طرف ہو گئے کہ اچھا اس کی یہ دلیل ہے تو آپ لوگ اس کا جواب دیں۔ جواب میں انہوں نے وہی کہا جو مولوی صاحب خود فرمایا کرتے تھے۔ مولوی صاحب نے اس جواب کو توڑا تو ان کو یقین ہو گیا کہ واقعی مولوی صاحب کی تعلیم ہے۔ ادھر خدا نے مولوی صاحب کے قلب پر یہ اثر کیا کہ انہوں نے بھی رفع یدین اور آمین بالجہر شروع کر دی۔ کیونکہ مولوی صاحب موصوف گو میرے ساتھ سختی کرتے تھے مگر ان مسائل کے متعلق کتابوں میں تحقیق کرتے رہتے تھے۔ آخر جو وقت خدا کے علم میں اس کام کے اجراء کا تھا وہ آ گیا۔ تو مولوی صاحب مرحوم نے اعلانیہ عمل با لحدیث شروع کر دیا۔ بس پھر کیا تھا شہر امرتسر میں ایک شور مچ گیا۔ مگر مولوی صاحب اس تمام شور میں مستقل مزاج رہے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ آج امرتسر میں ہزاروں آدمی عمل با لحدیث کر رہے ہیں۔

امرتسر میں یہ گل کھلا کہ میں اپنے وطن ضلع مظفر گڑھ میں شادی کرانے چلا گیا۔ ریل نہ ہونے کی وجہ سے کئی دنوں کا سفر تھا۔ راستے میں بھی یہی طریق رہا جہاں نماز پڑھی آمین با الجہر کہی اور شورش ہوئی۔ خدا خدا کر کے اپنے وطن حسین پور ضلع مظفر گڑھ میں پہنچے۔ وہاں بھی اپنے قصبہ (حسین پور) میں آمین با الجہر کہی تو عام شورش ہوئی یہاں تک کہ میرے سسرال والوں نے نکاح دینے سے انکار کر دیا۔ مگر اللہ مسبب الاسباب نے میرے لیے ایک عجیب سبب بنایا کہ مولوی مظفر حسین صاحب کاندھلوی تک جب یہ خبر پہنچی تو انہوں نے کہا کیوں اس لڑکے پر خفا ہوتے ہو۔ اس نے کوئی برا کام نہیں کیا۔ یہ تو سنت ہے۔ ان کے مریدوں نے کہا: آپ کیوں نہیں کرتے؟ مولوی صاحب مرحوم نے فرمایا: تم لوگوں کی شورش سے ڈر کر نہیں کرتا۔ تہجد میں کیا کرتا ہوں۔ مولوی صاحب کے اتنا فرمانے سے میرا نکاح بھی ہو گیا۔ اور فتنہ بھی فرو ہوا۔ اس کے بعد دہلی چلا گیا تو وہاں بھی آمین بالجہر کہنے پر شور برپا ہوا۔ میں نے نواب قطب الدین صاحب مرحوم کی مسجد میں جا کر عمل بالحدیث کیا تو نواب صاحب خفا ہوئے۔ میں نے کہا: آپ کی کتاب مظاہر حق سے تو مجھے ہدایت ہوئی

اور آپ ہی منع کرتے ہیں۔ مگر نواب صاحب یہی فرماتے رہے کہ یہاں مت آیا کرو لیکن ایک جوش جوانی، دوسرا جوش عشق کون روکے۔ آخر میں نے اپنے ساتھ چند آدمی ملا لیے اور متفق ہو کر نواب صاحب کی مسجد میں گئے۔ کسی مصلحت سے نواب صاحب بھی خاموش رہے بلکہ فرمایا اچھا ہم نہیں منع کرتے حضرت میاں صاحب مرحوم بھی ان دنوں عمل با لحدیث نہ کرتے تھے۔ اس لیے مولوی عبدالرب صاحب نے بڑی سختی سے میرے تردید کی اور بطور طعنے کے کہا اگر یہ سنت ہے تو مولوی نذیر حسین صاحب کیوں نہیں کرتے۔ یہ سن کر میں حضرت میاں صاحب کی خدمت میں گیا۔ میں نے جا کر عرض کیا یا تو یہ فرمایئے کہ یہ فعل سنت نہیں یا خود کیجئے۔ علما ہم کو طعن دیتے ہیں۔ یہ سن کر حضرت میاں صاحب نے فرمایا اچھا ہم بھی کریں گے۔ چنانچہ انہوں نے بھی عمل بالحدیث شروع کر دیا۔ بس پھر تو کیا تھا۔ حضرت میاں صاحب کا سلسلہ شاگردی تو بہت وسیع تھا۔ اس لیے دور دور تک اثر پہنچ گیا۔ دہلی میں یہ رنگ دیکھ کر میں امرتسر آیا۔ ملازمت کے طبقے میں داخل ہوا۔ اس عرصے میں حضرت مولوی عبداللہ صاحب غزنوی امرتسر تشریف لائے جن کے اثر صحبت سے عمل با لحدیث کو بہت ترقی ہوئی (نقوش ابوالوفا صفحہ ۳۹ تا ۴۲)

یوسف جے پوریہ کا یہ قصہ کہاں تک درست ہے یہ تو غیر مقلدین جانیں البتہ دو باتیں اس میں ضرور مشکوک نظر آتی ہیں۔ اول یہ کہ اس نے یہ حدیث علمائے احناف کے سامنے پیش کی تو سب نے ایک ہی جواب دیا کہ یہ حدیث امام شافعی رحمہ اللہ کی ہے انکا اس پر عمل ہے ہمارے امام صاحب کا اس پر عمل نہیں، اس سے یہ ظاہر کرنا مقصد ہے کہ ان علماء کے پاس اس کے سوا اور کوئی جواب نہیں تھا۔ اور حضرت امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ فی الواقع حدیث پر عمل نہیں کرتے تھے العیاذ باللہ۔ یہ بات بالکل غلط ہے علماء احناف کے پاس اس حدیث کے بہت سے جوابات ہیں جو انہوں نے موقع بموقع دیئے ہیں لہٰذا یہ باور نہیں کیا جا سکتا ہے کہ جن علماء سے یوسف جے پوریہ کو واسطہ پڑا وہ کوئی اور جواب نہ دے سکے ہوں اور اگر بالفرض ایسا ہی ہے تو اسے دیگر علماء محققین سے اس کی تحقیق کرنا چاہیے تھا۔ بات بلکل سیدھی سی

ہے کہ احناف ثبوت رفع یدین کے منکر نہیں ہیں بقاء ودوام رفع کے منکر ہیں اور غیر مقلدین بقاء ودوام رفع کے مدعی ہیں احناف کا غیر مقلدین سے یہ مطالبہ ہے کہ وہ ایک حدیث ایسی پیش کریں جس سے رفع یدین کا بقاء ودوام ثابت ہوتا ہو۔ غیر مقلدین ایسی کسی ضعیف حدیث کو بھی پیش کرنے سے قاصر ہیں چہ جائیکہ کوئی قوی اور صحیح حدیث۔ حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے پیش نظر وہ بیسوں احادیث وآثار ہیں جن سے ترک رفع ثابت ہوتا ہے۔ انہیں احادیث وآثار پر حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا عمل ہے۔

دوسری بات یہ کہ یوسف پنشنر نے یہ جو کہا کہ مولوی مظفر حسین تک جب یہ بات پہنچی تو انہوں نے اسے سنت قرار دیا اور جب ان کے مریدوں نے اعتراض کیا پھر آپ کیوں نہیں کرتے تو فرمایا کہ تم لوگوں کی شورش سے ڈر کر نہیں کرتا تہجد میں کرتا ہوں۔ یہ بات بھی غلط ہے کیونکہ حضرت مولانا مظفر حسین صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ ایسی شخصیت ہیں جن کا زہد و تقویٰ اور اتباع سنت مشہور ومعروف ہے۔ ان جیسی ہستی سے بعید ہے کہ ایک کام کو سنت سمجھیں اور اسے محض لوگوں کی شورش کے ڈر سے چھوڑ دیں۔ آپ نے نکاحِ بیوگان کے سلسلہ میں جو لوگوں کی سختیاں برداشت کی ہیں وہ مخفی نہیں ہیں معلوم ہوتا ہے کہ یوسف پنشنر نے یہ باتیں اپنی طرف سے گھڑی ہیں، حقیقت سے ان کا کوئی تعلق نہیں اور اسکو اس بات سے بھی تقویت ملتی ہے کہ یوسف پنشنر کی باتوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ میاں نذیر حسین صاحب نے عمل بالحدیث اس کے کہنے سے شروع کیا ہے جبکہ تاریخی طور پر یہ بات غلط ہے کیوں کہ میاں نذیر حسین صاحب نے رفع یدین بانی فرقہ نیچریہ سر سید احمد خان کے کہنے سے شروع کیا تھا۔

چنانچہ مشہور مورخ محمد اکرام لکھتے ہیں:

''سر سید ۱۸۹۵ء کے ایک خط میں یعنی اپنی وفات سے تین سال پہلے لکھتے ہیں۔ میں نے وہابیوں کی تین قسمیں قرار دی ہیں۔ ایک وہابی، دوسرے وہابی کریلا، تیسرے وہابی کریلا نیم چڑھا۔ میں اپنے تئیں تیسری قسم قرار دیتا ہوں۔ جناب مولوی سید نذیر حسین

صاحب دہلوی کو میں نے ہی نیم چڑ او ہابی بنایا ہے۔ وہ نماز میں رفع یدین نہیں کرتے تھے مگر اور سنت بدئی جانتے تھے۔ میں نے عرض کیا کہ نہایت افسوس ہے کہ جس بات کو آپ نیک جانتے ہیں لوگوں کے خیال سے اس کو نہیں کرتے جناب ممدوح میرے پاس تشریف لائے تھے جب یہ گفتگو ہوئی میں نے سنا کہ میرے پاس سے اٹھ کر وہ جامع مسجد میں عصر کی نماز پڑھنے گئے اور اس وقت سے رفع یدین کرنے لگے۔

(موج کوثر صفحہ ۶۹ـ۷۰)

سرسید احمد خان کا خط

جناب مولانا مخدوم و مکرم من، مولوی ابومحمد ابراہیم صاحب!

سلام مسنون! بے ادبی اور جرات، جو اس عریضے میں ہے، آپ معاف فرمائیے گا۔

ہماری جماعت اس بات کو مناسب خیال کرتی ہے کہ میں، جو اس جماعت کا ایک حقیر ممبر ہوں آپ سے ملاقات کروں۔ ہاں ہمیں اس بات کا بے شک خیال ہے کہ آپ کی ملاقات ہمارے پیارے مقاصد کے لیے، جو ہماری کمیونٹی اور ہمارے سرکل کی اصطلاح سے متعلق ہے مفید ہو اور مفرد ہو اگر ہم اپنی اور آپکی ملاقات کو اپنی کمیونٹی کی آنکھوں میں مہتم بالشان ہونے کا موقع دیں گے تو پھر وہ ہمیں اپنے پٹھے پر ہاتھ نہ دھرنے دے گی۔ پھر ہمارے مقاصد بھی فوت ہو جائیں گے اور ہم اس کی اصلاح میں قاصر رہیں گے۔ اگر ہم اپنی کمیونٹی کو اپنے سے بھڑ کا دیں گے تو ہمارا کام خراب ہو جائے گا۔ کمیونٹی سے ہماری مراد ان چند علماء کے جتھے سے نہ تھی جسے ہم اپنی جماعت سے تعبیر کرتے ہیں (بلکہ) وہ ہزاروں ہزار مسلمان مراد ہیں جن سے ہماری قوم بنی ہے۔ شاید ہم نے اپنے پچھلے خط میں لفظ کمیونٹی کے عوض غلطی سے ''کمیٹی'' لکھ دیا ہوگا، جس نے غلط مفہوم پیدا کر دیا۔

جناب مولانا! جو خیال آپ نے اپنے عنایت نامے کے اس فقرے میں ظاہر فرمائے ہیں جو اس عریضے میں چسپاں ہے، یہ اسی قسم کے خیالات ہیں جن سے بڑے بڑے عالم و

واعظ، خدا پرست، دین دار، کلمہ حق کے کہنے سے باز رہے ہیں۔ میں بڈھا ہوں اور اپنی عمر میں ہر فرقے کے بہت بڑے بڑے شخصوں کو دیکھا ہے۔ اسی چیز نے اور اسی خیال نے کلمہ حق کے کہنے سے ان کو باز رکھا۔ مولانا اسماعیل شہید اگر اسی قسم کے خیالات میں مبتلا رہتے تو ہندوستان میں سے شرک و بدعت کی تاریکی کیسے دور ہوتی؟ آپ کو معلوم ہوگا مگر آپ معاف فرمائیگا کہ میں نے وہابیوں کی تین قسمیں قرار دی ہیں: (۱) ایک (صرف) وہابی۔ (۲) دوسرے وہابی اور کریلہ۔ (۳) وہابی کریلہ اور نیم چڑھا۔ میں اپنے تئیں تیسری قسم میں قرار دیتا ہوں۔ اور بجز حق حق حق جو میرے نزدیک ہو (اس کے بیان کرنے میں) ذرا برابر دریغ نہیں کرتا اور سمجھتا ہوں کہ یہ اول سیڑھی اسلام کی ہے۔ اگر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اس قسم کے خیالات ہوتے تو ممکن نہ تھا کہ ان کی زبان سے انی وجهت وجهی للذی فطر السموات و الارض نکلتا۔ اگر ہمارے دادا اور ہمارے ہادی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ایسے خیالات ہوتے تو امکان نہ تھا کہ ہزاروں دشمنوں کے رہتے لا الہ الا اللہ کا کلمہ زبان پر لاتے۔ ہمارا دشمن شیطان دین دار کے پردے میں ہم کو سب سے زیادہ دھوکے میں ڈالتا ہے۔ ہم سمجھتے ہیں کہ ''ہم نیک کام کر رہے ہیں اور لوگوں کو نیک راہ بتا رہے ہیں۔ (اس حالت میں) اگر فلاں کلمہ حق کہیں تو سب بدک جائیں گے اور جو نیکی ہم پھیلا رہے ہیں اس کو نقصان پہنچے گا'' یہ دین داری کے پردے میں شیطان کا دھوکہ دینا ہے حق بات کو چھپانا یا باز رکھنا اور اس سے نیکی پھیلانے کی توقع رکھنا ایسا ہی ہے جیسے جو بونے اور گیہوں (پیدا) ہونے کی توقع رکھنا۔ اگرچہ جو فقرہ آپ کا اس خط میں چسپاں ہے، اس میں خاص میری نسبت بات ہے مگر میں نے اس سے قطع نظر کر کے عرض کیا ہے کہ کسی خیال سے حق بات کو ظاہر نہ کرنا، گو وہ کیسی ہی ادنیٰ ہو، ٹھیک نہیں ہے۔ جناب مولوی سید نذیر حسین صاحب دہلوی کو میں نے ہی نیم چڑھا وہابی بنایا ہے۔ وہ نماز میں رفع یدین نہیں کرتے تھے مگر اس کو سنت ہدیٰ جانتے تھے۔ میں نے عرض کیا کہ نہایت افسوس ہے کہ جس بات کو آپ نیک جانتے ہیں، لوگوں کے خیال سے اس کو نہیں کرتے۔ جنابِ ممدوح

میرے پاس تشریف لائے تھے۔ جب یہ گفتگو ہوئی، میں نے سنا کہ میرے پاس سے اٹھ کر وہ جامع مسجد میں عصر کی نماز پڑھنے گئے اور اس وقت سے رفع یدین کرنے لگے۔ گو ان پر لوگوں نے بہت حملے کیے مگر کلمۃ الحق ہمیشہ کلمۃ الحق ہے۔

والسلام علیکم

علی گڑھ ۱۰ فروری ۱۸۹۵ء

خاکسار، سید احمد

(مکتوبات سرسید جلد اصفحہ ۵۳۴ تا ۵۳۶ ناشر مجلس ادب قلب روڈ لاہور)

اثبات اور نفی کی وضاحت

اعتراض:

مشہور غیر مقلد حافظ زبیر علی زئی نے اپنی کتاب میں ایک اصول لکھا ہے رفع الیدین کے بارے میں کہ ''اثبات نفی پر مقدم ہوتا ہے۔

(نور العینین فی مسئلہ رفع الیدین ص ۵۹)

جواب:

اس کا جواب مولانا ہاشم سندھی رحمۃ اللہ علیہ ۱۱۷۴ھ نے اپنی کتاب جو انہوں نے مستقل ترک رفع الیدین پر لکھی ہے میں اس طرح دیتے ہیں کہ ''ہم اس کے جواب میں کہتے ہیں کہ یہ ٹھیک ہے لیکن اس وقت جبکہ نفی کرنے والے کا علم اس چیز کو محیط نہ ہو جس کی نفی کی جارہی ہو اور اگر راوی کا علم اس چیز کو محیط ہو جیسا کہ اس جگہ ہے تو اثبات اور نفی دونوں کا حکم برابر ہوگا اور اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اول اسلام لانے والوں میں سے ہیں اور وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں ہمیشہ رہے ہیں۔

اور وہ شاذ و نادر ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے جدا ہوئے ہوں گے حتیٰ کہ لوگ گمان کرتے تھے کہ وہ

اہل بیت نبی ﷺ میں سے ہیں اور وہ پانچوں نمازیں آپ ﷺ کی اقتدا میں ادا فرماتے تھے پس کہیے ان کا علم اس نفی کو محیط نہیں (کشف الرین مترجم ص ۹۸)

ریحان جاوید
۳۰/۰۴/۲۰۰۹
۰۳۳۳_۲۴۸۹۹۸۸

عملِ اہلِ حدیث در مسئلہ رفع یدین

ناظرین کرام آپ سب سے پہلے تو یہ یاد رکھیں کہ غیر مقلدین کی سب سے بڑی خامی یہ ہے کہ وہ دلائل تو کیا بیان کریں گے اپنا اصل مسلک اور عمل بھی لوگوں کے سامنے صحیح بیان نہیں کرتے ان کا اصل مسلک اور عمل جس پر یہ آج کل عمل پیرا ہیں یہ ہے۔

(۱) یہ لوگ پہلی اور تیسری رکعت کے شروع میں دونوں ہاتھ کندھوں تک اٹھاتے ہیں اور دوسری اور چوتھی رکعت کے شروع میں ہاتھ نہیں اٹھاتے۔

(۲) رکوع جاتے اور رکوع سے سر اٹھاتے وقت دونوں ہاتھ کندھوں تک اٹھاتے ہیں اور سجدوں میں جاتے اور سجدوں سے سر اٹھاتے وقت رفع یدین نہیں کرتے۔

(۳) مسبوق جب اپنی بقایا نماز پوری کرنے کے لیے کھڑا ہوتا ہے تو وہ رفع یدین کرتا ہے۔

یہ ہے غیر مقلدین کا اصل عمل لیکن غیر مقلدین اور خاص کر زبیر علی زئی موت کو تو قبول کر لے گا مگر اپنا یہ عمل کبھی لکھ کر نہیں دے گا۔

غیر مقلدین نے مسئلہ رفع یدین سے متعلق مختلف دعویٰ کیے ہیں جسمیں سے کچھ ہم نقل کرتے ہیں۔

دعویٰ اہل حدیث در مسئلہ رفع یدین

(۱) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رکوع میں جاتے وقت اور رکوع سے سر اٹھاتے وقت اور تیسری رکعت کے شروع میں رفع یدین کرنے کا حکم دیا ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم خود بھی ہمیشہ ان تین مقامات پر رفع یدین کرتے تھے (اثبات رفع یدین صفحہ ۵)

(۲) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان تین مقامات پر وفات تک رفع یدین کیا ہے یہ بات احادیث صحیحہ سے ثابت ہے (اثبات رفع یدین صفحہ ۱۲)

(۳) مسبوق جب اپنی بقایا نماز پوری کرنے کے لیے کھڑا ہوتا ہے تو اسے رفع یدین کرنا

ضروری ہے۔

(۴) آپ ﷺ کا یہ مبارک عمل یعنی تین مقام پر رفع یدین کرنا ۴۰۰ چار سو احادیث صحیحہ سے ثابت ہے (اثبات رفع یدین صفحہ ۲۵، صلوۃ الرسول صفحہ ۲۳۵)

(۵) رفع یدین کرنے سے دس نیکیاں ملتی ہیں جیسا کہ احادیث میں آیا ہے
(اثبات رفع یدین صفحہ ۴)

(۶) ان تین مقامات پر رفع یدین کرنا نماز کا رکن (یعنی فرض) ہے جو رفع یدین ان تین مقامات پر نہیں کرتا وہ نماز کے رکن کا تارک ہے (اثبات رفع یدین صفحہ ۳ سطر ۱۱)

(۷) جو آدمی ان مقامات پر رفع یدین نہیں کرتا اسکی نماز نہیں ہوتی اگر پڑھتا ہے تو فاسد ہوتی ہے (اثبات رفع یدین صفحہ ۳ سطر ۱۳)

(۸) جو آدمی ان مقامات پر رفع یدین نہیں کرتا وہ گمراہ ہے بلکہ کافر ہے
(اثبات رفع یدین صفحہ ۲)

(۹) نبی کریم ﷺ ساری زندگی ان مقامات پر رفع یدین کرتے رہے آپ ﷺ نے اپنی زندگی کی پہلی باجماعت نماز جو حضرت جبرائیل علیہ السلام کے پیچھے پڑھی اور اپنی زندگی کی آخری باجماعت نماز جو حضرت ابوبکر صدیق کے پیچھے پڑھی ان دونوں نمازوں میں بھی آپ ﷺ نے ان مقامات پر رفع یدین کیا ہے (اثبات رفع یدین صفحہ ۶)

(۱۰) حضرت جبرئیل علیہ السلام بھی ان تین مقامات پر رفع یدین کرتے تھے جسکا حدیث میں آتا ہے (اثبات رفع یدین صفحہ ۶)

(۱۱) خلفاء راشدین، عشرہ مبشرہ بلکہ تمام صحابہ بھی ان مقامات پر رفع یدین کرتے تھے جیسا کہ احادیث کثیرہ سے ثابت ہے (اثبات رفع یدین صفحہ ۹۔۱۰۔۳۲۔۳۳)

(۱۲) ان مقامات پر رفع یدین کرنا نماز کی زینت ہے (اثبات رفع یدین صفحہ ۴)۔

(۱۳) نذیر احمد خان سلفی نے رفع یدین کو پہلے نماز کی زینت کہا پھر آگے چل کر سنت کہا۔
(تحفہ محمدی ص ۵)

اثبات رفع الیدین کی اہم دلیل

حدیث عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما:

حدثناعياش بن الوليدقال حدثنا عبد الاعلى قال حدثنا عبيد الله عن نافع ان ابن عمر كان اذا دخل فى الصلاة كبر و رفع يديه و اذا ركع رفع يديه واذا قال سمع الله لمن حمده رفع يديه و اذا قام من الركعتين رفع يديه ورفع ذلك ابن عمر الى النبى صلى الله عليه وسلم (بخارى شريف ج١ ص ١٠٢)

ترجمہ:

حضرت نافع رحمہ اللہ روایت کرتے ہیں کہ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما جب نماز شروع کرتے تو تکبیر کہتے اور اپنے دونوں ہاتھ اٹھاتے اور جب رکوع کرتے تو دونوں ہاتھ اٹھاتے اور جب سمع الله لمن حمده کہتے تو دونوں ہاتھ اٹھاتے اور جب دو رکعتوں سے اٹھتے تو دونوں ہاتھ اٹھاتے اور ابن عمر رضی اللہ عنہما اپنے اس عمل کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک مرفوع بیان کرتے۔ (ترجمہ زبیر علی زئی)

اس حدیث سے غیر مقلدین استدلال کرتے ہیں اس کے کئی جوابات ہیں۔

جواب نمبر ا:

اس کا پہلا جواب یہ ہے کہ قاعدہ یہ ہے کہ جس حدیث کے راوی کا عمل اس کے خلاف ہو جس کو وہ بیان کر رہا ہے تو وہ حدیث قابل قبول نہیں ہوتی، چنانچہ قواعد فی علوم الحدیث میں ہے کہ " عمل الراوى بخلاف روايته بعد الرواية يسقط العمل به عندنا"(ص ٢٠٢)

ترجمہ:

یعنی راوی کا اپنی روایت کے خلاف عمل کرنا یہ اس کا موجب ہوتا ہے کہ اس روایت پر عمل نہیں ہوگا یہی احناف کا اصول ہے۔

اور صحابی کے بارے میں ہے کہ "عمل الصحابة او صحابی بخلاف الحديث يوجب الطعن فيه" (قواعد فی علوم الحديث ۲۰۲)

ترجمہ:

یعنی صحابہ یا کسی صحابی کا اپنی حدیث کے خلاف عمل کرنا اس حدیث کو مطعون بنا دیتا ہے۔
اور اس حدیث کو بیان کرنے والے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما صحابی ہیں اور وہ خود رفع الیدین نہیں کرتے تھے بلکہ ان کا اپنا عمل ترک رفع الیدین پر تھا۔

(۱) قال محمد اخبرنا محمد بن ابان بن صالح عن عبدالعزيز بن حكيم قال رأيت ابن عمر رضی اللہ عنہما يرفع يديه خذاء اذنيه فی اول تكبيرة افتتاح الصلاة ولم يرفعهما فی ما سوى ذلك" (موطاامام محمد ص ۹۰)

ترجمہ:

حضرت عبدالعزیز بن حکیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کو دیکھا کہ وہ نماز کی ابتداء میں تکبیر تحریمہ کے وقت اپنے ہاتھوں کو اپنے کانوں کے برابر اٹھاتے تھے اور اس کے ماسوا میں نہیں اٹھاتے تھے۔
اس اثر سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما صرف تکبر تحریمہ کے وقت ہی رفع الیدین کیا کرتے تھے اس کے علاوہ نہیں کرتے تھے۔

(۲) ایک اور دوسرا اثر بھی عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے جس کی ابن ابی شیبہ نے مصنف میں اور امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ نے شرح المعانی میں تخریج کی ہے مصنف ابن ابی شیبہ کے الفاظ یہ ہیں۔

"حدثنا ابوبكر بن عياش عن حصين عن مجاهد قال ما رأيت ابن عمر رضی اللہ عنہما يرفع يديه الافی اول ما يفتتح" (ج ا ص ۲۶۸) حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے ابن عمر رضی اللہ عنہما کو رفع الیدین کرتے نہیں دیکھا مگر نماز کے شروع میں۔

اور طحاوی کے الفاظ یہ ہیں

(۳) حدثنا ابن ابی داؤد قال ثنا احمد بن یونس قال ثنا ابوبکر بن عیاش عن حصین عن مجاھد قال صلیت خلف ابن عمر رضی اللہ عنہما فلم یکن یرفع یدیہ الا فی التکبیرۃ الاولٰی من الصلاۃ۔ (ج ۱ ص ۲۲۵)

ترجمہ:

حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے ابن عمر رضی اللہ عنہما کے پیچھے نماز پڑھی آپ نے کہیں بھی رفع الیدین نہیں کیا سوائے تکبیر اولیٰ کے۔

علامہ ماردینی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ "وھذا سند صحیح" (الجوہر النقی ص ۱۳۶)

علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ "باسناد صحیح" (عمدۃ القاری ج ۳ ص ۸)

اور علامہ ولی احمد محدث سورتی رحمۃ اللہ علیہ نقل فرماتے ہیں "فھذا سند صحیح"
(تعلیق المجلی ص ۳۴۶)

اب ہم ابن ابی شیبہ کی سند پر بحث کرتے ہیں اس کے پہلے راوی ابوبکر بن عیاش ہیں یہ بخاری شریف کے راوی ہیں اور ان کے بارے میں (۱) علامہ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ "ثقۃ عابد الا انہ کبر ساء حفظہ و کتابہ صحیح"
(تقریب التہذیب ص ۳۹۶)

"یعنی ثقہ اور عابد ہے لیکن جب بوڑھا ہو گیا تو اس کا حافظہ خراب ہو گیا لیکن اس سے حدیث لکھنی صحیح ہے" اور پھر تھذیب التھذیب میں فرماتے ہیں کہ "حسن بن عیسیٰ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ (۲) ابن مبارک نے ابوبکر بن عیاش کا ذکر کیا اور اس کی تعریف بیان کی (۳) صالح بن احمد اپنے باپ سے نقل فرماتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ صالح قرآن و حدیث کے علم والا ہے۔ (۴) عبداللہ بن احمد نے کہا ہے کہ ثقہ اور کبھی کبھی غلطی کر جاتا ہے۔ (۵) ابن ابی حاتم نے کہا ہے کہ ان سے شریک اور ابوبکر بن عیاش کے بارے میں سوال کیا گیا کہ کس کا

حافظہ زیادہ ہے تو انہوں نے فرمایا دونوں برابر ہیں مگر ابو بکر بن عیاش اصح الکتاب ہے (یعنی قرآن کی تفسیر کا زیادہ علم رکھنے والا ہے) (۶) ابن حبان نے اس کو ثقہ کہا ہے (۷) ابن عدی فرماتے ہیں کہ یہ مشہور کوفی ہیں اور یہ بڑے بڑے لوگوں سے روایت کرتے ہیں میں نے ان کی کوئی حدیث منکر نہیں دیکھی جبکہ ان سے روایت کرنے والا ثقہ ہو یہ تیس سال مسلسل ہر دن قرآن کریم کی تلاوت کرتے ہوئے ایک دن میں ختم کرتے تھے اور حفاظ متقین میں سے تھے اور ستر سال ہر روز روزہ رکھتے رہے۔ رات کو ان کی نیند کا کوئی علم نہیں۔

اور (۸) محدث عجلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ثقہ ہیں دائمی صاحب سنت اور صاحب عبادت ہیں۔ (۹) یعقوب بن شیبہ فرماتے ہیں کہ مشہور قدیم شیخ ہیں اور متقی ہیں اور ان کو فقہ اور لوگوں کے حالات کا بہت زیادہ علم تھا اور ان کی روایت حدیث کے لیے سنت اور فضیلت کے لیے پہچانی جاتی ہے۔ ابن مبارک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے ابو بکر بن عیاش سے زیادہ کسی کو سنت کی طرف رغبت کرنے والا نہیں دیکھا (تہذیب التہذیب ج ۱۲ ص ۳۴ تا ۳۷)

اعتراض:

زبیر علی زئی صاحب نے اپنی کتاب میں ان دو روایات پر جو مصنف ابن ابی شیبہ اور طحاوی شریف میں ہیں اعتراض کیا ہے کہ یہ روایات باطل ہیں اس لیے کہ اس میں ابو بکر ابن عباش رحمۃ اللہ علیہ نے حصین بن عبد الرحمٰن سے روایت لی ہے اور اس میں امام ابن معین رحمۃ اللہ علیہ اور امام احمد ابن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے دو حوالے پیش کیے ہیں۔ (نور العینین ص ۱۶۸)

جواب:

زبیر علی زئی کا ابن معین رحمۃ اللہ علیہ کا حوالہ پیش کر کے اس روایت کو باطل کہنا بالکل غلط ہے اس لیے کہ ہم پہلے (۱) علامہ ماردینی رحمۃ اللہ علیہ (۲) علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ (۳) علامہ ولی احمد محدث سورتی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالہ سے پیش کر چکے ہیں کہ اس کی سند صحیح ہے اور (۴) علامہ نیموی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے

ہیں کہ "سندہ صحیح" (آثار السنن ج ا ص ۱۰۸)

اور خود زبیر علی زئی نے اپنی کتاب میں "تصحیح وتضعیف میں ائمہ محدثین کا اختلاف" کا عنوان ڈال کر یہ قاعدہ لکھ دیا ہے کہ "اگر کسی روایت کے تصحیح وتضعیف میں ائمہ محدثین کا اختلاف ہو تو حدیث کے ثقہ مشہور اور ماہر اہل فن کی اکثریت کو لامحالہ ترجیح دی جائے گی۔ (نور العینین ص ۶۱)

اور یہاں پر ہم نے تین چار بڑے بڑے ائمہ سے اس کی سند کا صحیح ہونا ثابت کر دیا ہے اور ابن معین رحمہ اللہ کا یہ کہنا کہ یہ وہم ہے (نور العینین ص ۱۶۸) جز رفع الیدین امام بخاری ص ۱۶) اس کا جواب یہ ہے کہ ابو بکر بن عیاش کا مذہب ترک رفع الیدین ہے اور وہ کہتے ہیں کہ کوئی فقیہ بھی رفع یدین کا قائل نہیں ہے جیسا کہ امام طحاوی رحمہ اللہ نے فرمایا ہے (طحاوی شریف ج ا ص ۱۵۶) اور اس روایت کے تمام راوی ثقہ ہیں لہٰذا ایسے پکے عقیدہ والے آدمی سے رفع الیدین کے بارے میں وہم کیسے ہو سکتا ہے۔ دوسری بات یہ کہ جزء رفع الیدین محمود بن اسحاق کا ہے جو امام بخاری رحمہ اللہ سے روایت کرتا ہے اور وہ مجہول ہے اس کی کسی محدث نے توثیق نہیں کی ہے اور یہ جھوٹ بھی بولتا ہے امام بخاری رحمہ اللہ کی اپنی کتاب میں ابن معین رحمہ اللہ کی یہ جرح نہیں ملتی نہ صحیح بخاری میں نہ تاریخ کبیر میں اور تاریخ صغیر میں نہ ادب المفرد میں اسی طرح ابن معین رحمہ اللہ کی اپنی کتابوں میں بھی یہ جرح مذکور نہیں ہے۔ معلوم ہوا کہ محمود بن اسحاق نے یہ جھوٹ بولا ہے۔

اس روایت کے دوسرے راوی حصین بن عبدالرحمٰن کے بارے میں امام ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ آپ کوفہ کے رہنے والے نامور حافظ حدیث ہیں ثقہ حجت اور حافظ حدیث میں سند عالی رکھتے ہیں اور امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حصین ثقہ مامون اور اکابر اہل حدیث میں سے ہیں۔ (تذکرۃ الحفاظ ج ا ص ۱۳۰)

لہٰذا اس جیسے زبردست ثقہ محدث راوی کی وجہ سے ان روایات کو باطل نہیں کہا جا سکتا۔

اعتراض:

زبیر علی زئی صاحب نے لکھا ہے کہ ابوبکر بن عیاش آخر میں اختلاط کا شکار ہو گئے تھے۔

(نور العینین ص ۱۷۰)

جواب:

زبیر علی زئی صاحب کا یہ کہنا بالکل غلط ہے اس لیے کہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ سے ہم پہلے بیان کر چکے ہیں "ثقة عابد الا انه کبر ساء حفظه و کتابه صحیح"

(تقریب التہذیب ص ۳۹۶)

ثقہ اور عابد ہے لیکن جب بوڑھا ہو گیا تو اس کا حافظہ خراب ہو گیا لیکن اس سے حدیث لکھنی صحیح ہے۔

دیکھیے حافظ ابن حجر رحمہ اللہ جیسے اسماء رجال کے ماہر بھی اابوبکر بن عیاش رحمہ اللہ کا آخری عمر میں حافظہ خراب ہونے کے باوجود یہ کہہ رہے ہیں کہ ان سے حدیث لکھنا صحیح ہے تو زبیر علی زئی صاحب کو کیوں اعتراض ہو رہا ہے۔

اور ابن ابی حاتم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ "سئل عن شریك و ابی بکر بن عیاش ایهما احفظ فقال هما فی الحفظ سواء غیر ابا بکر اصح کتاباً"

(تهذیب التهذیب ج ۱۲ ص ۳۵)

کہ ان سے شریک اور ابوبکر بن عیاش کے بارے میں سوال کیا گیا کہ کس کا حافظہ زیادہ ہے تو انہوں نے فرمایا دونوں برابر ہیں مگر ابوبکر بن عیاش اصح الکتاب ہے۔

اور ابن عدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ " انی لم اجد له حدیثا منکر اذا روی عنه ثقة " (تهذیب التهذیب ج ۱۲ ص ۳۵) یعنی میں نے ان کی کوئی حدیث منکر نہیں دیکھی جبکہ ان سے روایت کرنے والا ثقہ ہو (اور یہاں بھی روایت کرنے والا راوی ابن ابی شیبہ ہے جو کہ ثقہ ہے۔)

اس سے معلوم ہوا کہ ابوبکر بن عیاش رحمہ اللہ کا حافظہ بالکل صحیح تھا اور اگر بالفرض آخری عمر میں خراب بھی ہوگیا تھا، تو بقول حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کے پھر بھی اس سے حدیث لکھنا صحیح ہے۔ اور دوسری بات یہ ہے کہ ابوبکر بن عیاش رحمہ اللہ سے روایت کرنے والے قدماء اصحاب ہیں مثلاً احمد بن یونس عن ابی بکر بن عیاش بخاری نے (کتاب التفسیر ج ۲ ص ۷۲۵) میں احتجاج کیا ہے اور امام طحاوی رحمہ اللہ نے احمد بن یونس کے واسطہ سے ابوبکر بن عیاش رحمہ اللہ سے ترک رفع الیدین بیان کیا ہے اور امام ابوبکر بن ابی شیبہ نے اپنے مصنف میں ابوبکر بن عیاش سے روایت ترک رفع الیدین کی بیان کی ہے لہٰذا قدماء شاگرد ابوبکر بن عیاش سے روایت کرتے ہیں۔

اعتراض:

زبیر علی زئی نے (نصب الرایہ ج ۱ ص ۴۰۹) کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے تفصیل سے بتایا ہے کہ قدیم زمانے میں ابوبکر بن عیاش اس روایت کو عن حصین عن ابراہیم عن ابن مسعود مرسل موقوف بیان کرتے تھے اور یہ بات محفوظ ہے پہلی بات خطاء فاحش ہے کیونکہ اس نے اس میں ابن عمر کے اصحاب کی مخالف کی ہے۔

(نور العینین ص ۱۷۰)

جواب:

علامہ زیلعی رحمہ اللہ کا یہ بیان امام بخاری رحمہ اللہ نے فرمایا کہ قدیم زمانے میں ابوبکر بن عیاش نے اس روایت کو عن حصین.... الخ بیان کیا ہے اور یہ بات محفوظ ہے یہ امام بخاری رحمہ اللہ کا قول نہیں امام بخاری رحمہ اللہ کے رسالے جزء رفع الیدین جو منسوب ہے امام بخاری کی طرف اس میں بھی یہ قول موجود نہیں ہے ہاں ابوبکر بن عیاش کے اصحاب ابن عمر رضی اللہ عنہما کی مخالفت کی ہے یہ قول امام بخاری رحمہ اللہ کی طرف جزء رفع الیدین میں منسوب ہے جبکہ امام بخاری رحمہ اللہ کی اپنی تالیف میں یہ قول موجود نہیں ہے۔

(۴) مزید برآں طحاوی رحمۃ اللہ علیہ نے ابوبکر بن عیاش عن حصین عن مجاہد سے روایت کی ہے

قال صلیت خلف ابن عمر رضی اللہ عنہما لم یکن یرفع یدیه الا فی التکبیرة الاولٰی من الصلاة قال الطحاوی فھٰذا ابن عمر رضی اللہ عنہما قد رای النبی صلی اللہ علیہ وسلم یرفع ثم ترک ھو الرفع بعد النبی صلی اللہ علیہ وسلم فلا یکون ذٰلك الا وقد ثبت عنده النسخ ما قد کان رای النبی صلی اللہ علیہ وسلم فعله وقامت الحجة علیه ذلك (طحاوی شریف ج۱ ص ۱۶۳)

ترجمہ:

حضرت مجاہد نے فرمایا میں نے ابن عمر رضی اللہ عنہما کے پیچھے نماز پڑھی آپ نے ہاتھ نہ اٹھائے مگر تکبیر اولیٰ میں امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ ابن عمر رضی اللہ عنہما ہیں جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہاتھ اٹھاتے دیکھا پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو ترک کر دیا انہوں نے رفع یدین اسی لیے ترک کیا ہے کہ ان کے پاس اپنی روایت کے منسوخ ہونے کا ثبوت پہنچ گیا تھا آپ کے اس عمل سے رفع یدین کرنے والوں پر حجت قائم ہوگئی۔

وہ کام جو انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو کرتے دیکھا منسوخ ہو چکا ہے

اس روایت سے معلوم ہوا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے جو رفع الیدین کی روایات پائی جاتی ہیں وہ ابتدائے اسلام میں تھیں جس کو آپ نے بعد میں ترک کر دیا تھا اس کی دلیل یہ بھی ہے۔

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ رفع یدین کرنے اور نہ کرنے کی دو حدیثیں لکھنے کے فرماتے ہیں کہ "ان الجمع بین الروایتین ممکن وھو انه لم یکن یراہ واجبًا ففعله تارة وترکه اخرٰی" (فتح الباری ج۲ ص ۱۷۴)

ترجمہ:

یعنی دونوں روایتوں کا مفہوم یہ ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے نزدیک رفع یدین کرنا ضروری نہیں ہے یہی وجہ ہے کہ آپ نے ایک بار رفع یدین کیا دوسری بار چھوڑ دیا۔

مولوی محمد اسماعیل ہمانی غیر مقلد نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی مرویات میں یہی تطبیق دی

ہے۔(سبل السلام شرح بلوغ المرام ج۱ص ۲۵۸)

حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ بھی ترک رفع الیدین کی ایک روایت کونقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ "وقد صح عنه خلاف ذلك فيحمل على نسخ الاول فتامل"

(موضوعات کبیر صفحہ ۱۷۵)

ترجمہ:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے صحیح طور پر رفع یدین کرنے کے خلاف ثابت ہو چکا ہے تو اب یہ اس بات پر محمول ہوگا کہ (رفع یدین کرنے کی) پہلی حدیث منسوخ ہے۔

جواب نمبر۲:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی احادیث میں بہت سخت اضطراب ہے جو مندرجہ ذیل ہے۔

(۱) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے صرف تکبیر تحریمہ کے وقت رفع یدین کرنے کی روایات:

"حدثنا عبد الله بن ايوب المخرمي وسعد ان ابن نصر وشعيب بن عمرو في آخرين قالوا ثنا سفيان بن عيينة عن الزهري عن سالم عن أبيه قال رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم إذا افتتح الصلاة رفع يديه حتى يحاذي بهما، وقال بعضهم حذو منكبيه واذا اراد ان يركع وبعد ما يرفع رأسه من الركوع لايرفعهما وقال بعضهم ولا يرفع بين السجدتين والمعنى واحد"

(ابو عوانة ص ۹۱ ج۲)

ترجمہ:

حضرت سالم اپنے باپ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ دیکھا

میں نے رسول اللہ ﷺ کو جب نماز شروع کی تو رفع الیدین کیا کندھوں تک اور بعض راویوں نے حذو منکبیہ ذکر کیا ہے اور جب ارادہ کیا رکوع کا اور رکوع سے سر اٹھانے کے بعد رفع الیدین نہیں کیا بعض راویوں نے کہا اور سجدوں کے درمیان رفع الیدین نہیں کرتے تھے، معنی ایک ہی ہے۔

یہ حدیث سند صحیح کے ساتھ ہے اور یہ روایت خود ابن عمر رضی اللہ عنہما کے عمل کے مطابق ہے۔

اعتراض:

اس حدیث کے متن میں اختلاف ہے اور یہ اختلاف عربی گرامر کا ہے اور غیر مقلدین اس کو اپنے دلائل میں شمار کرتے ہیں جبکہ یہ غلط ہے اختلاف کی بناء پر اس پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ اس میں جو یہ الفاظ ہیں "واذا اراد ان یرکع وبعد مایرفع راسه من الرکوع لایرفعهما" اس میں لا یرفعهما سے پہلے "واو" بھی ہے جو عمداً یا سہواً گرائی گئی ہے یا گر گئی ہے۔ جبکہ مسند ابی عوانہ کے قلمی نسخے میں "واو" موجود ہے (نور العینین ص ۸۰)

جواب:

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ بات بالکل غلط ہے، جبکہ مشہور غیر مقلد عالم مولانا سید بدیع الدین سندھی غیر مقلد نے ابوعوانہ کے نسخہ کی یہ عبارت جس میں "واو" موجود نہیں ہے نقل کی ہے اور اس نسخہ کو صحیح قرار دیا ہے اور اسی طرح دار المعرفۃ بیروت لبنان سے مطبوعہ نسخہ بتحقیق ایمن بن عارف الدمشقی نے ابوعوانہ ص ۴۳۲ ج ۱ میں یہی عبارت نقل کی ہے جس میں "واو" موجود نہیں ہے اور حضرت مولانا حبیب اللہ ڈیروی صاحب رحمہ اللہ نے اپنی کتاب "نور الصباح" حصہ دوم میں مسند ابوعوانہ کے دو معتبر نسخوں کی فوٹو کاپی لگائی ہے جس میں اس عبارت کے اندر "واو" موجود نہیں ہے۔

(اور میرے پاس جو مسند ابوعوانہ کا نسخہ موجود ہے وہ میں نے جامع ابوبکر سے فوٹو کاپی کروایا تھا اور وہ دار المعرفۃ للطباعۃ والنشر بیروت لبنان کا ہے اور جامع ابوبکر میں ایک اور

نسخہ بھی موجود ہے جو دار الباز للنشر والتوزیع عباس احمد الباز غۃ المکرمۃ کا چھپا ہوا ہے ان میں اس عبارت کے اندر ''واؤ'' موجود نہیں ہے)

لیکن اس کے برعکس غیر مقلدین کے عالم حافظ زبیر علی زئی نے بھی اپنی کتاب (نور العینین) میں مسند ابو عوانہ کی فوٹو کاپی لگائی ہے جس میں اس عبارت کے اندر ''واؤ'' کا اضافہ ہے۔

جواب:

زبیر علی زئی نے نور العینین میں جو مسند ابو عوانہ کا قلمی نسخہ پیش کیا ہے اس میں و اذا اراد ان یر کع و بعد ما یرفع راسہ من الرکوع فلا یرفعھما مذکور ہے۔ اور الاعتصام ہفتہ روزہ ۲ محرم الحرام ۱۴۰۳ھ بمطابق ۳ جولائی ۱۹۹۲ء ص ۲۱ میں مولانا ایوب اثری حیدر آباد سندھ نے جو مسند ابو عوانہ کا قلمی پیر جھنڈا کا نسخہ پیش کیا ہے اس میں فلا یرفعھما صراحت کے ساتھ موجود ہے۔

اور مسند ابوعوانہ کی اس صحیح حدیث میں'' و اذا اراد ان یر کع و بعد ما یرفع راسہ من الرکوع لا یرفعھما'' کا شرط اور جزا کیساتھ مکمل جملہ یہ بات بالکل واضح کرتا ہے کہ آپ ﷺ سے رکوع کو جاتے ہوئے اور رکوع سے سر اٹھاتے ہوئے ترک رفع یدین ثابت ہے (الکلام المفید ص ۲۱۳)

حدیث نمبر ۲:

حدثنا الحمیدی قال حدثنا سفیان قال حدثنا الزهری قال اخبرنی سالم ابن عبد اللہ عن ابیہ قال رأیت رسول اللہ ﷺ اذا افتتح الصلاۃ رفع یدیہ حذو منکبیہ، و اذا اراد ان یر کع و بعد ما یرفع راسہ من الرکوع فلا یرفع ولا بین السجدتین (مسند حمیدی ج۲ ص ۲۷۷)

ترجمہ:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ دیکھا میں نے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو جب آپ نے نماز شروع فرمائی تو ہاتھ اٹھائے کندوں تک اور جب ارادہ کیا رکوع کا اور رکوع سے سر اٹھانے کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے رفع یدین نہیں کیا اور نہ ہی دو سجدوں کے درمیان کیا۔

یہ حدیث بھی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے ترک رفع الیدین کی زبردست دلیل ہے لیکن اس کے متن میں بھی (مسند ابوعوانہ کی حدیث کے متن کی طرح) غیر مقلدین اعتراض کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ اصل میں رفع الیدین کی دلیل ہے نہ کہ ترک کی، جبکہ یہ بالکل غلط ہے۔

اعتراض:

حافظ زبیر علی زئی غیر مقلد نے یہ اعتراض کیا ہے کہ مسند الحمیدی کے دونوں قلمی قدیم نسخون میں لکھا ہوا ہے کہ "رأیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا افتتح الصلاۃ رفع یدیہ حذو منکبیہ واذا اراد ان یرکع وبعد ما یرفع رأسہ من الرکوع ولا یرفع بین السجدتین" اس عبارت سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ نسخہ دیوبندیہ میں فلا یرفع کا اضافہ ہندوستانی کاتب یا ناسخ کا خود ساختہ ہے۔

حافظ زبیر علی زئی صاحب یہ اعتراض کرنا چاہ رہے ہیں کہ اس حدیث میں جو یہ الفاظ ہیں کہ "واذا اراد ان یرکع وبعد ما یرفع راسہ من الرکوع فلا یرفع ولا بین السجدتین" اس میں "فلا یرفع" جو اضافہ ہے یہ غلط ہے اور اس پر انہوں نے مخطوطہ ظاہریہ کے عکس کی فوٹو کاپی لگائی ہے اور پھر صفحہ ۴۷ پر لکھا ہے کہ "نسخہ ظاہریہ تمام نسخوں سے زیادہ صحیح اور قابل اعتماد ہے۔" (نور العینین ص ۴۷)

جواب:

حافظ زبیر علی زئی کی یہ بات بالکل غلط ہے کہ اس حدیث میں فلا یرفع کا اضافہ کیا گیا ہے

حضرت مولانا حبیب اللہ ڈیروی صاحب نے اپنی کتاب (نور الصباح حصہ دوم ص ۳۰۳،۳۰۴) پر مسند الحمیدی کے دو قلمی نسخوں کی فوٹو کاپی لگائی ہے۔ ایک نسخہ قلمی دیوبند کا ص ۷۶ اور دوسرا قلمی نسخہ خانقاہ سراجیہ کندیاں میانوالی کا صفحہ ۷۹ ہے۔ ان دونوں قلمی نسخوں میں فلا یرفع کے الفاظ موجود ہیں اور جہاں تک نسخہ ظاہریہ کا تعلق ہے جس کا حوالہ زبیر علی زئی نے دیا ہے اور کہا ہے کہ یہ سب سے صحیح نسخہ ہے یہ بات بالکل غلط ہے اس لیے کہ نسخہ ظاہریہ غیر مقلدین کا ہے۔ اور اس نسخہ ظاہریہ میں بھی تحریف ہوئی ہے۔ چناچہ اس میں عبد الرحمن کے بجائے عبد الرحیم لکھا گیا ہے اور محشی لکھتے ہیں کہ " فی نسخة الظاهريه عبد الرحيم وهو تصعيف (حاشیہ کامل ابن عدی) اور نسخہ طبرانی کبیر کے نسخہ ظاہریہ میں تحریف ہوئی ہے المغيره بن ابی رافع کے بجائے المعتمر بن ابی رافع لکھا گیا ہے۔ اور ''کتاب الضعفاء ولمتروکین'' (الدارقطنی ص ۱۶۲ طبع بیروت نمبر ۵۲۱) کے تحت موسٰی بن عمير العنبری عن عبد الجبار وابن وائل بن حجر وابن وائل پر محشی ومعلق صبح البدری السامرائی لکھتے ہیں کہ "تحرفت فی نسخۃ الظاہریہ الی (وابی) وہو خطاء (۳ حاشیہ) کہ نسخہ ظاہریہ میں تحریف ہوئی ہے ابن وائل کے بجائے ابی وائل کی طرف اور وہ غلطی وخطا ہے۔ (نور الصباح حصہ دوم ص ۳۰۵)

حدیث نمبر ۳:

عن ابن وهب وابن القاسم عن مالك عن ابن شهاب عن سالم عن ابيه ان رسول الله ﷺ كان يرفع يديه حذو منكبيه اذا افتتح الصلاة"

(المدونته الکبری ص ۶۹)

ترجمہ:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ رفع الیدین اپنے کندھوں کے برابر اس وقت کرتے تھے کہ جب نماز شروع کرتے۔

یہ حدیث ترک رفع الیدین کے دلائل میں زبردست دلیل ہے۔

اعتراض:

حافظ زبیر علی زئی نے لکھا ہے ''اس روایت کو کسی قابل اعتماد محدث نے رفع الیدین کے خلاف پیش نہیں کیا۔ اور نہ کوئی عقلمند اس کے خلاف پیش کر سکتا ہے۔ (نور العینین ص۲۱)

جواب:

لگتا اس طرح سے ہے کہ زبیر علی زئی غیر مقلد اس طرح کہنا چاہ رہے ہیں کہ مدونۃ الکبری کے جو مصنف ہیں وہ عقلمند نہیں ہیں اس لیے انہوں نے اس حدیث کو ترک رفع الیدین کے لیے لائے ہیں، اصل بات اور صحیح بات تو یہی ہے کہ ابن القاسم جو امام مالک کے مشہور شاگرد ہیں اس روایت کو اس باب میں ترک رفع الیدین کی دلیل سمجھ کر ہی لائے ہیں اسی لیے انہوں نے اس حدیث کے فوراً بعد اسی کی تائید میں حضرت عبداللہ بن مسعود اور حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہما کی ترک رفع الیدین کی حدیث اور حضرت علی اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما کے اصحاب کا ترک رفع الیدین کا عمل نقل کیا ہے۔ جس سے صاف طور پر معلوم ہوتا ہے کہ ابن القاسم رحمہ اللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کی اس حدیث کو ترک رفع الیدین کے دلائل میں شمار کیا ہے اور ان سب سے پہلے ابن القاسم رحمہ اللہ اس باب کے شروع میں ہی امام مالک کا قول نقل کیا ہے کہ "قال مالك لا أعرف رفع اليدين فی شیء من تكبير الصلاة لا فی حفض ولا فی رفع الا فی افتتاح الصلاة قال ابن القاسم وكان رفع اليدين عند مالك ضعيفا الا فی تكبيرة الاحرام" (ص:۶۸)

ترجمہ:

امام مالک رحمہ اللہ نے فرمایا کہ میں رفع الیدین نہیں پہنچانتا کسی شئی میں نماز کی تکبیر میں نہ نیچے میں اور نہ اونچ میں مگر نماز کی ابتداء میں ابن القاسم فرماتے ہیں کہ رفع الیدین کرنا امام مالک رحمہ اللہ کے ہاں ضعیف ہے مگر تکبیر تحریمہ میں۔

اس عبارت سے اور ان حدیثوں سے جو ابن القاسم رحمہ اللہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث کے بعد ذکر کی ہیں جو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے مروی ہیں اور دو اثر جو حضرت علی اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے اصحاب کے ہیں اس سب سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ ابن القاسم نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی اس حدیث کو ترک رفع الیدین کی دلیل سمجھ کر ہی پیش کیا ہے۔

ان سب باتوں کے بعد زبیر علی زئی کا یہ کہنا کہ اس روایت کو کسی قابل اعتماد محدث نے رفع الیدین کے خلاف پیش نہیں کیا یہ بالکل بے جا اور ایک نمبر کی فضول بات ہے اس لیے کہ ابن القاسم جو کہ امام مالک رحمہ اللہ کے مشہور شاگرد ہیں اور محدث کبیر بھی ہیں انہوں نے اس روایت کو ترک کے دلائل میں شمار کیا ہے۔

باقی رہا یہ سوال کہ اس حدیث میں ترک رفع الیدین عندالرکوع وغیرہ کا کوئی ذکر نہیں ہے۔

جواب:

تو جواب اس کا یہ ہے "جزاء کان یرفع" مقدم ہے اور شرط ہے " اذا افتتح الصلوۃ " موخر ہے اور ضابطہ مشہور ہے " التقدیم ما حق التاخیر یفید الحصر " تو عندالافتتاح رفع الیدین کا حصر ہو گیا کہ مابعد رفع الیدین نہیں ہے۔

اور ایک بات یہ بھی ہے کہ امام مالک رحمہ اللہ مدینہ منورہ کے رہنے والے ہیں اور جو عمل ان کے شہر کے لوگوں میں رائج ہو وہ اس کو ترجیح دیتے ہیں اور امام مالک رحمہ اللہ کی فقہ کا دارومدار حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے اوپر ہے جس طرح فقہ حنفیہ کا دارومدار حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ پر ہے اور امام مالک رحمہ اللہ نے جو ترک رفع الیدین اختیار کیا ہے اس کی دلیل انہوں نے بھی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث سے پکڑی ہے لہٰذا اب معلوم ہو گیا کہ اس حدیث کو ایک نہیں بلکہ دو (اور اس کے بعد دیگر ائمہ نے بھی) عقلمند اور قابل اعتماد محدثین نے ترک رفع الیدین کی احادیث میں شمار کیا ہے تو اب ہم یوں کہیں گے کہ "اس روایت کو کسی قابل اعتماد محدث نے ترک رفع الیدین کے خلاف پیش نہیں کیا اور نہ کوئی

عقل مند پیش کر سکتا ہے۔"

ہم الزام دیتے تھے ان کو قصور اپنا نکل آیا

حدیث نمبر۴:

عن عبد الله بن عون الخراز ثنا مالك عن الزهری عن سالم عن ابن عمر رضی اللہ عنہما ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یرفع یدیه اذا افتتح الصلوٰة ثم لا یعود"

(نصب الرایه ج۱ص ۴۷۹بحواله خلافیات بهیقی)

ترجمہ:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم رفع الیدین اس وقت کرتے جب نماز شروع کرتے پھر رفع الیدین کرنے کے لیے نہ لوٹتے تھے۔

حدیث نمبر۵:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

"ترفع الایدی فی سبعة مواطن عند افتتاح الصلاة و استقبال البیت والصفا والمروة والموقفین والجمرتین"

(بحواله نصب الرایه ج۱ ص ۴۷۰)

ترجمہ:

رفع الیدین سات مقامات میں کیا جائے، ابتداء نماز کے وقت بیت اللہ کی زیارت کے وقت صفا اور مروہ پہاڑی پر قیام کے وقت وقوف عرفہ اور مزدلفہ کے وقت رمی الجمار کے وقت۔

حدیث نمبر۶:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"اذا استفتح احدکم فلیرفع یدیه ویستقبل بباطنهما القبلة فان الله تعالیٰ امامه" (کنز العمال ج۷ ص ۷۶ابحواله طبرانی اوسط)

جب تم میں سے کوئی نماز شروع کرے تو اسے رفع الیدین کرنا چاہیے اور دونوں ہاتھوں کی ہتھیلیاں قبلہ کی طرف ہونی چاہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ اس کے سامنے ہے۔

(۲) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے صرف تکبیر تحریمہ کے وقت اور رکوع سے سر اٹھاتے وقت کا رفع الیدین کرنا (نہ کہ رکوع میں جاتے وقت کا):

(ا) حدثنا القعنبی عن مالك عن نافع ان عبد الله بن عمر کان اذا ابتداء الصلاة یرفع یدیه حذو منکبیه واذا رفع راسه من الرکوع رفعهما دون ذلك قال أبو دؤد لم یذکر رفعهما دون ذلك احد غیر مالك فی ما اعلم"

(ابو داؤد ج۱ص ۱۰۸)

ترجمہ:

حضرت نافع رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جب نماز شروع کرتے تھے اپنے دونوں ہاتھوں کو کانوں تک اٹھاتے تھے۔ اور جب رکوع سے سر اٹھاتے تو اس سے کم ہاتھوں کو اٹھاتے تھے کہا ابوداؤد نے یہ سوا مالک کے کسی نے یہ روایت نہیں کیا کہ رکوع سے سر اٹھاتے وقت اس سے کم اٹھاتے تھے (ترجمہ عبدالرشید انصاری غیر مقلد)

(۲) اخبرنا عمرو بن علی حدثنا یحیی بن سعید حدثنا مالك بن انس عن الزهری عن سالم عن ابیه ان رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم کان یرفع یدیه اذا دخل فی الصلاة حذو منکبیه واذا رفع رأسه من الرکوع فعل مثل ذالك واذا قال سمع الله لمن حمده قال ربنا لك الحمد وکان لایرفع یدیه بین السجدتین"

(نسائی ج۱ ص ۱۲۶ بحوالة الرسائل فی تحقیق المسائل ص۲۶۶)

ترجمہ:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے دونوں ہاتھوں کو اٹھاتے مونڈھوں تک جب نماز شروع کرتے اور جب سر اٹھاتے رکوع سے تو ایسا ہی کرتے اور جب سمع اللہ لمن حمدہ کہتے تو ربنا لک الحمد کہتے اور ہاتھ دونوں سجدوں کے بیچ میں نہ اٹھاتے۔

(ترجمہ عبدالرشید انصاری غیر مقلد)

(۳) حدثنی یحیٰی عن مالك عن ابن شهاب عن سالم بن عبد الله عن عبد الله بن عمر رضی اللہ عنہما ان رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم كان اذا افتتح الصلاة رفع يديه حذو منكبيه و اذا رفع راسه من الركوع رفعهما كذالك ايضا وقال سمع الله لمن حمده ربنا ولك الحمد و كان لايفعل ذلك فی السجود"

(مؤطا امام مالك ص ۳۹ تا ۴۰)

ترجمہ:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ بے شک آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز شروع کرتے تو رفع یدین کرتے مونڈھوں کے برابر اور جب رکوع سے سر اٹھاتے اسی طرح کرتے اور کہتے **سمع الله لمن حمده ربنا ولك الحمد** اور سجدوں میں ایسا نہ کرتے۔

(۴) حدثنا اسمٰعیل عن نافع ان عبد الله بن عمر رضی اللہ عنہما كان اذا افتتح الصلاة رفع يديه حذو منكبيه و اذا رفع راسه من الركوع"

(بحوالة اثبات رفع اليدين ص ۹۳)

کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما جب نماز شروع کرتے رفع الیدین کرتے اور جب رکوع سے اٹھتے تو رفع الیدین کرتے۔

(۵) حدثنا اسماعیل بن ابی اویس حدثنا مالك عن نافع ان عبد الله بن عمر رضی اللہ عنہ كان اذا افتتح الصلاة رفع يديه و اذا رفع راسه من الركوع"

(اثبات رفع اليدين ص ۹۴)

کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما جب نماز شروع کرتے رفع الیدین کرتے اور جب رکوع سے اٹھتے تو رفع الیدین کرتے۔

(۳) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے تکبیر تحریمہ کے وقت اور رکوع میں جاتے وقت اور رکوع سے سر اٹھاتے وقت کا رفع الیدین اور سجدوں کی نفی:

(۱) حدثنا قتيبة وابن ابی عمر قالا حدثنا سفيان بن عيينة عن الزهری عن سالم عن ابيه قال رايت رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم اذا افتتح الصلاة يرفع يديه حتى يحاذی منكبيه واذا ركع واذا رفع راسه من الركوع وزاد ابن ابی عمر فی حديثه وكان لا يرفع بين السجدتين" (ترمذی ص۵۹ ج۱)

ترجمہ:

حضرت سالم اپنے باپ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ دیکھا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب شروع کرتے نماز تو اٹھاتے دونوں ہاتھ یہاں تک کہ برابر ہو جاتے دونوں شانوں کے اور جب رکوع کرتے اور جب رکوع سے سر اٹھاتے اور زیادہ کہا ابن ابی عمر نے اپنی روایت میں نہیں اٹھاتے تھے درمیان دونوں سجدوں میں۔

(۴) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے ہر اونچ نیچ کے وقت رفع یدین کرنے کی روایات اور جب کسی آدمی کو دیکھتے کہ وہ نماز میں رفع یدین نہیں کر رہا تو اسے کنکریاں مارنا:

(۱) حدثنا ابوبكر النيسابوری ثنا عيسٰى بن ابی عمران ثنا الوليد بن مسلم ثنا زيد بن واقد عن نافع قال كان ابن عمر اذا رای رجلا يصلی لا يرفع يديه كلما خفض ورفع حصبه حتٰى يرفع" (دار قطنی ج۱ ص ۲۹۲)

ترجمہ:

حضرت نافع فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما جب کسی آدمی کو دیکھتے کہ وہ ہر اونچ نیچ میں رفع یدین نہیں کرتا تو اسے کنکریاں مارتے یہاں تک کہ رفع یدین کرنے لگتا۔

(۲)حدثنا الحمیدی قال حدثنا الولید بن مسلمة قال سمعت زید بن واقد یحدث عن نافع ان عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کان اذا ابصر رجلا یصلی لا یرفع یدیه کلما خفض ورفع حصبه حتیٰ یرفع یدیه"

(مسند حمیدی ج۲ ص ۲۷۷)

اس کا ترجمہ پہلی والی حدیث کی طرح ہے۔

(۵) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے سجدوں میں رفع الیدین کی روایات:

(۱) عن عبید اللہ بن عمر عن نافع عن ابن عمر رضی اللہ عنہما انه کان یرفع یدیه اذا دخل فی الصلاۃ واذا رکع واذا قال سمع اللہ لمن حمدہ واذا سجد ... الخ

(المحلی ابن حزم ج۴ ص ۹۳ مسئله ۴۴۲)

یعنی حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما جب نماز میں داخل ہوتے تو رفع یدین کرتے اور جب رکوع کرتے اور جب سمع اللہ لمن حمدہ کہتے اور جب سجدہ کرتے تو رفع یدین کرتے۔

(۲) وزاد وکیع عن العمری عن نافع عن ابن عمر رضی اللہ عنہما عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انه کان یرفع یدیه اذا رکع واذا سجد" (اثبات رفع الیدین ص ۸۱)

ترجمہ:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بے شک آپ صلی اللہ علیہ وسلم رفع الیدین کرتے جب رکوع کرتے اور جب سجدہ کرتے۔

(۳)حدثنا ایوب بن سلیمان ثنا ابوبکر بن ابی اویس عن سلیمان بن

بلال عن العلاء انه سمع سالم بن عبد الله ان اباه كان اذا رفع راسه من السجود واذا اراد ان يقوم رفع يديه"

(جز ء رفع اليدين بحواله اثبات رفع اليدين ص ۹۲)

ترجمہ:

سالم کہتے ہیں کہ میرے باپ جب دونوں سجدوں سے فارغ ہوکر کھڑا ہوتے تو رفع الیدین کرتے (ترجمہ خالد گھرجاکھی)

(٦) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے ایک رکعت پڑھ کر رفع الیدین کرنے کی روایات:

(۱) حدثنا عبد الرزاق عن عبد الله بن عمر عن ابن شهاب عن سالم قال كان ابن عمر اذا قام الى الصلاة رفع يديه حتّٰى يكون حذو منكبيه واذا ركع رفعهما واذا رفع رأسه من الركعة رفعهما واذا قام من المثنى رفعهما ولا يفعل ذالك فى السجود ثم قال ويخبرهم ان رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم كان يفعله" (مصنف عبدالرزاق ج۲ص ٦٧بحواله اثبات رفع اليدين ص ٦٨)

ترجمہ:

حضرت سالم رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما جب نماز کے لیے کھڑے ہوتے تو رفع الیدین کرتے مونڈھوں کے برابر اور جب رکوع کرتے دونوں ہاتھ اٹھاتے اور جب (ایک) رکعت پڑھ کر سر اٹھاتے تو دونوں ہاتھ اٹھاتے اور جب دو (رکعت) سے کھڑے ہوتے تو دونوں ہاتھ اٹھاتے ......الخ

(۲) حدثنا عبد الله حدثنى ابى حدثنا عبد الرزاق حدثنا معمر عن الزهرى عن سالم عن ابن عمر قال كان رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم يرفع يديه حين

يكبر حتّٰى يكون حذو منكبيه او قريبا من ذالك واذا ركع رفعهما واذا رفع راسه من الركعة رفعهما ولا يفعل فى السجود۔

(مسند احمد بحواله اثبات رفع اليدين ص ۳۳)

ترجمہ:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم رفع الیدین کرتے جب تکبیر کہتے مونڈھوں کے برابر یا اس کے قریب اور جب رکوع کرتے تو دونوں ہاتھ اٹھاتے اور جب (ایک) رکعت پڑھ کر اٹھتے تو دونوں ہاتھ اٹھاتے اور سجدوں میں رفع الیدین نہ کرتے۔

(۷) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے چار مقامات پر (یعنی اذا قام من الرکعتین) رفع الیدین کرنے کی روایات:

قارئین کرام! حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی ان روایات سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہ روایت مضطرب ہے اس لیے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا کہیں عند الرکوع وبعد الرکوع رفع الیدین کرنے کا ذکر آتا ہے اور کہیں رفع یدین بین السجدتین کا ذکر آتا ہے اور کہیں پر او بیچ میں رفع الیدین کا ذکر آتا ہے کہیں رفع یدین نہ کرنے کا ذکر آتا ہے، تو اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ یہ مضطرب ہے اور مضطرب روایت قابل قبول نہیں ہوتی چنانچہ نواب صاحب فرماتے ہیں کہ حدیث کا مضطرب ہونا اکثر اہل علم کے نزدیک حدیث کے مجروح اور کمزور ہونے کا سبب ہے۔ (دلیل الطالب ص ۶۱۸)

اور دوسری جگہ لکھتے ہیں کہ ضعیف حدیث کی قسموں میں ایک حدیث مضطرب بھی ہے (دلیل الطالب ص ۸۸۲) اور مولانا مبارک پوری صاحب رحمہ اللہ بھی یہ تسلیم کرتے ہیں کہ حدیث مضطرب قابل احتجاج نہیں ہو سکتی (تحقیق الکلام ج ۲ ص ۷ بحوالہ احسن الکلام ج ۲

ص ۱۰۸،۱۰۹)اور امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کے"والاضطراب یوجب ضعف الحدیث لا شعاره بعدم الضبط "یعنی کہ"اور اضطراب (راوی کے) عدم ضبط پر خبر دینے کی وجہ سے حدیث کے ضعف کو واجب کرتا ہے"(تفہیم الراوی شرح اردو تقریب النووی صفحہ ۱۳۷)اور ابن الصلاح رحمہ اللہ بھی فرماتے ہیں کہ والاضطراب موجب ضعف الحدیث لاشعاره بأنه لم یضبط، واللہ أعلم (مقدمہ ابن الصلاح ص ۴۴) لہٰذا اب ان روایات کو ترک کردینا چاہیے اور اب رفع الیدین عندالافتتاح ہی رہ گیا ہے اور اس میں نہ کوئی اضطراب اور نہ کوئی اختلاف ہے۔

جواب نمبر۳:

امام مالک رحمہ اللہ نے موطا میں رفع یدین کی حدیث لکھ کر اس کی اسنادی حیثیت بھی واضح کردی کہ سالم اس کو مرفوع اور نافع اس کو موقوف بیان کرتے ہیں اور اس روایت کے راوی بھی نافع ہی ہیں اسی لیے امام مالک رحمہ اللہ نے بھی اس روایت کو قبول نہیں کیا چنانچہ علامہ زرقانی رحمہ اللہ مالکی (شرح موطا مالک ج ۱ ص ۱۴۳) میں لکھتے ہیں کہ

"قال الاصیلی لم یأخذ به مالك لان نافعًا وقفه علی ابن عمر وهو احد المواضع الاربع التی اختلف فیها سالم ونافع (الی) لان سالما ونافعا لما اختلفا فی رفعه و وقفه ترکه مالك فی المشهور القول باستحباب ذالك لان الاصل صیانة الصلوة عن الافعال...... الخ

(بحوالہ نور الصباح ص ۱۹۴ حصہ اول)

ترجمہ:

امام اصیلی رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ امام مالک رحمہ اللہ نے اس روایت پر عمل اس لیے نہیں کیا کہ حضرت نافع نے اس کو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما پر موقوف بیان کیا ہے اور یہ روایت ان چار روایتوں میں سے ایک ہے جہاں سالم و نافع کا اختلاف ہے (الی) اس لیے سالم و نافع

نے اس کے مرفوع اور موقوف ہونے میں اختلاف کیا ہے تو امام مالک نے اپنے مشہور قول میں رفع یدین کے استحباب کو ترک کر دیا ہے کیونکہ اصل بات یہ ہے کہ نماز کو (بندوں کے) افعال سے بچایا جائے۔

اور ایک مقام پر علامہ زرقانی مالکی رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ "لله در مالك ما أدق نظره لما اختلفت الروايات عن ابن عمر لم يأخذ به واخذ بما جاء عن عمر وابن مسعود لا عتضاده كما قال ابن عبد البر من جهة النظر" (زرقانی شرح مؤطا بحواله حاشيه التمهيدی ج٩ص ٢٦٨)

ترجمہ:

یعنی کہ اللہ تعالیٰ بھلائی کرے امام مالک رحمۃ اللہ کے لیے کیا ہی دقیق نظر تھی ان کی جب ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت میں اختلافات واقع ہوئے تو اس پر عمل نہ کیا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہما کے فرمان پر عمل کیا بوجہ مضبوطی کے جیسا کہ ابن عبدالبر نے کہا ہے جہۃ نظر کی بنا پر امام مالک رحمۃ اللہ کا یہ فیصلہ ہے۔

جواب نمبر۴:

اس حدیث کے مرکزی راوی عبدالاعلیٰ بن عبدالاعلی نے بھی اس روایت کو موقوف بیان کیا ہے۔ (۱) چنانچہ اس روایت کو نقل کرنے کے بعد امام بخاری رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ

"رواه حماد بن سلمة عن ايوب عن نافع عن ابن عمر عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم و رواه ابن طهمان عن ايوب و موسٰی بن عقبة مختصراً"

(بخاری ج١ ص ١٠٢)

ترجمہ:

اسے حماد بن سلمہ نے ایوب از نافع از ابن عمر از نبی صلی اللہ علیہ وسلم روایت کیا ہے۔ اور ابن طہمان نے ایوب اور موسیٰ بن عقبہ سے مختصر طور پر (موقوف) روایت کیا ہے۔

یعنی اس روایت کو کوئی مرفوع بیان کرتا ہے اور کوئی مختصر یعنی موقوف بیان کرتا ہے، یہ اس اختلاف کی طرف اشارہ ہے۔

(۲) حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ امام اسماعیلی رحمۃ اللہ کا قول لکھتے ہیں:

وحکٰی الاسماعیلی عن بعض مشائخه انه اومأ الی ان عبد الاعلٰی اخطأ فی الرفع قال الاسماعیلی و خالفه عبد اللہ بن ادریس و عبد الوهاب الثقفی و معتمر بن سلیمان عن عبید اللہ فرووه موقوفا عن ابن عمر ...... الخ

کہ بعض مشائخ نے اشارہ کیا ہے کہ عبدالاعلیٰ نے اس روایت کو مرفوع بیان کرنے میں غلطی کی ہے کیونکہ عبداللہ بن ادریس عبدالوہاب ثقفی اور معتمر سب عبدالاعلیٰ کی مخالفت کرتے ہوئے عبیداللہ سے اس روایت کو موقوف بیان کرتے ہیں۔

(فتح الباری ج ۲ ص ۱۷۷)

(۳) امام بیہقی رحمۃ اللہ لکھتے ہیں کہ "وعبد الاعلٰی ینفرد برفعه الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم"

(سنن الکبرٰی ج ۲ ص ۱۳۷)

ترجمہ:

یعنی عبدالاعلیٰ اس روایت کو مرفوع بیان کرنے میں اکیلا ہے۔

(۴) شوکانی رحمۃ اللہ نے لکھا ہے کہ امام دارقطنی رحمۃ اللہ نے کتاب العلل میں اس روایت کے مرفوع اور موقوف ہونے کے متعلق اختلاف بیان کیا ہے (نیل الاوطار ج ۲ ص ۲۰۴)

(۵) امام ابوداؤد نے تو صاف صاف الفاظ میں فرمادیا ہے کہ "الصحیح قول ابن عمر لیس بمرفوع" (ابوداؤد ج ۱ ص ۱۰۸)

ترجمہ:

یعنی صحیح بات یہ ہے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کا قول ہے مرفوع نہیں۔ مطلب یہ ہے کہ یہ سرے سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث ہے ہی نہیں۔

(۶) علامہ ناصر الدین رحمہ اللہ البانی نے بھی اس کی تائید کی ہے۔
(ضعیف ابی داؤد ص ۲۷ برقم ۱۵۲)

(۷) قاضی شوکانی رحمہ اللہ نے بھی امام ابوداؤد کا قول نقل کیا ہے۔
(نیل الاوطار ج ۲ ص ۲۰۴)

(۸) امام عقیلی رحمہ اللہ بھی اس روایت کے بارے میں فرماتے ہیں کہ "ھذا اولی"
(ضعفاء الکبیر ج ۲ ص ۶۸) یعنی اس روایت کا موقوف ہونا ہی زیادہ بہتر ہے۔
(۹) امام محمد رحمہ اللہ نے بھی امام مالک رحمہ اللہ سے اسے موقوف بیان کیا ہے۔ (موطا محمد ص ۸۹)
(۱۰) امام ولی الدین عراقی نے بھی امام ابوداؤد کا ہی قول نقل کیا ہے۔

(شرح التثریب ص ۲۶۲)
لہٰذا جب یہ روایت مرفوع ہی نہیں تو پھر اس میں آپ کے لیے کیا دلیل رہ گئی اور غیر مقلدین کے نزدیک موقوف روایت حجت نہیں ہوتی۔ (دلیل الطالب ص ۶۱۷، مسئلہ رفع الیدین ص ۱۴، ۸۱، ۸۴ از عبدالمنان، فتاویٰ نذیریہ ج ۱ ص ۳۴۰)

عبدالاعلیٰ بن عبدالاعلیٰ کا تعارف

ابھی تک آپ کو عبدالاعلیٰ بن عبدالاعلیٰ کے بارے میں جو کچھ بتایا گیا ہے اس میں یہ ثابت کیا گیا ہے کہ اس راوی نے اس حدیث کو موقوف بیان کیا ہے اب یہاں سے یہ بتایا جائے گا کہ یہ راوی ائمہ جرح وتعدیل کے یہاں کیسا ہے۔

حافظ زبیر علی زئی صاحب نے اس راوی کی تعدیل میں تقریباً چودہ حوالے پیش کیے ہیں، ان کا جواب دیا جائے گا لیکن اس سے پہلے عبدالاعلیٰ بن عبدالاعلیٰ پر محدثین نے جو جرح کی ہے وہ دیکھ لیں،

(۱) ابن سعد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ "لم یکن بالقوی فی الحدیث"

(طبقات ج ۷ ص ۲۹۰)

ترجمہ:

یعنی کہ یہ حدیث میں قوی نہیں ہے۔ یہ بات ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ کی (تذکرۃ الحفاظ مترجم ج ۱ ص ۲۳۲) میں بھی ہے اوراس میں صرف اتنا ہے کہ ''قوی نہیں ہے''۔

(۲) علامہ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ اس کا تذکرہ کرتے ہوئے آخر میں فرماتے ہیں کہ "قلت مات فی شعبان سنتة تسع وثمانین ومائة ویانی له یاینکر"

(تذکرۃ الحفاظ ج ۱ ص ۲۹۹) مترجم ج ۱ ص ۲۳۲)

ترجمہ:

یعنی میں کہتا ہوں ان کا انتقال شعبان ۱۸۹ھ میں ہوااوران سے کچھ منکر احادیث بھی مروی ہیں

(۳) امام ابن معین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں، کہ "وغمزوا یوسف بکذب واسمه السمتی" (تاریخ صغیر ص ۲۱۰)

(۴) اور حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے امام اسماعیلی رحمۃ اللہ علیہ کا جو قول پہلے گزر چکا ہے کہ ''بعض مشائخ نے اشارہ کیا ہے کہ عبدالاعلیٰ نے اس روایت کو مرفوع بیان کرنے میں غلطی کی ہے کیونکہ عبداللہ بن ادریس عبدالوہاب ثقفی اور معتمر سب عبدالاعلیٰ کی مخالفت کرتے ہوئے عبیداللہ سے اس روایت کو موقوف بیان کرتے ہیں۔'' (فتح الباری ج ۲ ص ۱۷۷)

اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ عبدالاعلیٰ بن عبدالاعلیٰ خطاء کار تھا۔

(۵) عبداللہ بن احمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میرے والد نے فرمایا کہ عبدالاعلیٰ بن عبدالاعلیٰ قدری تھا۔ (کتاب ضعفاء الکبیر ج ۳ ص ۵۸)

(۶) امام ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ "کان قدریًا غیر داعیة"

(تہذیب الکمال ج ۲ ص ۱۱۶)

یعنی تھا یہ قدری عقیدے کا لیکن اس کا زیادہ پرچار نہیں کرتا تھا۔

(۷) حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس کو قدری لکھا ہے۔ (الکاشف ج ۲ ص ۱۴۱)

(۸) علامہ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ اپنی ایک اور کتاب میں فرماتے ہیں کہ ''اس پر قدری ہونے کا الزام ہے۔ (المغنی فی الضعفاء ج ۱ ص ۵۸۲)

(۹) امام احمد بن حنبل نے بھی اس کو قدری کہا ہے۔ (میزان ج ۲ ص ۵۳۱)

ان دس حوالوں سے معلوم ہوا کہ عبد الاعلیٰ بن عبد الاعلیٰ ضعیف راوی تھا اور ساتھ میں قدری بھی تھا اور قدری کے بارے میں شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب ''غنیۃ الطالبین'' میں لکھا ہے کہ

''یہ لوگ اس نام سے اس واسطے موسوم ہوئے ہیں کہ انہوں نے حق سے کنارہ کرلیا ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ انہوں نے مسلمانوں کی باتوں سے کنارہ کرلیا ہے (ص ۱۷۵ مترجم)

یہ عبارت جس میں فرمایا ہے کہ ''انہوں نے مسلمانوں کی باتوں سے کنارہ کرلیا ہے'' یہ ایسے لوگوں کے لیے کہا جاتا ہے جو مسلمان نہ ہوں یا جس کے ایمان میں خرابی ہو معلوم ہوا کہ عبد الاعلیٰ بن عبد الاعلیٰ بھی اسی حکم میں داخل ہے۔

اور کچھ سطروں کے بعد لکھتے ہیں کہ ''اور یہ فرقہ (قدریہ) عمر بن عبید کا پیرو ہے اور ایک دفعہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کو عمر بن عبید پر غصہ آیا لوگوں نے آپ پر اعتراض کیا کہ آپ اس پر غصہ کرتے ہو، آپ نے جواب میں فرمایا کہ تم ایسے آدمی کے واسطے مجھ پر غصہ کرتے ہو جس کو خواب میں میں نے دیکھا کہ وہ آفتاب کو سجدہ کررہا تھا سوا خدا کے۔ (غنیۃ الطالبین ص ۱۷۵)

معلوم ہوا کہ یہ فرقہ جس آدمی کا پیروکار تھا اس کا ایمان خدا تعالیٰ پر نہ تھا۔

اور آگے لکھتے ہیں کہ

''ان کو قدریہ اس واسطے کہا جاتا ہے کہ ان کا اعتقاد ہے کہ خداوند تعالیٰ کی قضاوقدر کو بندوں کے گناہوں سے کوئی تعلق نہیں یعنی ان کے گناہ خدا کی تقدیر سے نہیں بلکہ ان کے اپنے نفسوں سے سرزد ہوتے ہیں (ص ۱۷۵)

قارئین کرام! اب آپ لوگ خود سوچیں کہ جس کا یہ عقیدہ ہو کہ اس کا ایمان بھی کبھی باقی

رہتا ہے۔ آگے لکھتے ہیں کہ

''اور خداوند تعالیٰ کی صفتوں سے انکار کرنے کے بارے میں مذہب معتزلہ اور جہمیہ اور قدریہ مساوی ہیں (ص ۱۷۵)

اور پھر چند فرقوں کو ذکر کرنے کے بعد جوانہی میں سے ہیں لکھتے ہیں کہ

''اور یہ جتنے گروہ مذکور ہوئے ہیں سب ہی خداوند تعالیٰ کی صفتوں کے منکر ہیں مثلاً خداوند تعالیٰ کے علم قدرت حیاتی سننے دیکھنے کے منکر ہیں (ص ۱۷۶) اور حضرو اٹک سے جو ماہنامہ رسالہ (الحدیث' شمارہ ۳۱' صفحہ ۶) نکلتا ہے اس میں امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے لکھا ہے کہ قدری کافر ہے (شمارہ نمبر ۳۱ ص ۶) اور حدیث میں ہے کہ " **عن ابن عمر** رضی اللہ عنہما **عن النبی** صلی اللہ علیہ وسلم **قال القدریة مجوس هذه الامة ان مرضوا فلاتعودوهم و ان ماتوا فلا تشهدوهم**" (ابو داؤد ج۲ص ۶۴۴ کتاب الفتن، باب فی القدر)

ترجمہ:

یعنی ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قدری اس امت کے مجوسی ہیں اگر وہ بیمار ہو جائیں تو ان کی عیادت نہ کرو اور اگر وہ مر جائیں تو ان کے جنازے میں شریک نہ۔

اور ایک حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تقدیر کے جھٹلانے والے پر لعنت بھی کی ہے۔

(مشکوۃ باب الایمان بالقدر ص ۲۲ بحوالہ الرسائل فی تحقیق المسائل ص ۱۷۶ حصہ سوم)

اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ قدریوں کے پیچھے نماز بھی نہ پڑھو اور ان سے روایت بھی نہ لو۔ (الکفایہ فی علم روایہ ص ۱۲۴)

قارئین کرام! یہ جتنے بھی حوالے دیئے گئے ہیں ان سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اس قدریہ فرقہ سے تعلق رکھنے والوں کا یہ عقیدہ اسلام کے خلاف ہے اور یہ لوگ اسلام سے خارج ہیں تو جس شخص کا یہ عقیدہ ہو تو کیا اس کی کوئی روایت قبول ہو سکتی ہے ہرگز نہیں ہو سکتی۔ اور قدری بھی رفع الیدین کے قائل ہیں، لہٰذا اگر سند کے اندر کوئی بھی ایسا راوی ہو

جو قدری ہو شیعہ ہو معتزلی ہو اور جس روایت کو وہ بیان کر رہا ہو اور وہ اس کے مذہب کی تائید کر رہی ہو وہ قابل قبول نہیں ہوتی دیکھئے (شرح نخبۃ الفکر)

یہاں تک تو اس راوی پر جرح کے متعلق بات ہوگئی اب اس راوی کی توثیق جن محدثین نے کی وہ بھی ملاحظہ فرمالیں، اس راوی عبد الاعلیٰ بن عبد الاعلیٰ کی توثیق حافظ زبیر علی زئی صاحب نے جن محدثین سے کی ہے ان میں سے ایک امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ بھی ہیں، جنہوں نے اس راوی کو ثقہ کہا ہے (سنن الکبریٰ ج ۲ ص ۱۳۷)

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ کی توثیق کا جواب:

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ کا اس راوی کو ثقہ کہنا قابل اعتماد نہیں ہے کیونکہ امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ "امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ تعصب سے کام لیتے ہیں اور بسا اوقات ایسی روایتوں سے احتجاج کرتے ہیں کہ اگر ان کا کوئی مخالف ان سے استدلال کرے تو اس کی تمام کمزوریاں ظاہر کیے بغیر ان کو چین نہ آئے۔" (بغیۃ الالمعی ج۲ص ۸)

اور امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مقام پر صلوۃ وتر کے عدم وجوب پر عاصم رحمۃ اللہ علیہ بن ضمرۃ رحمۃ اللہ علیہ کی روایت سے استدلال کرتے ہیں۔ (سنن الکبریٰ ج ۲ص ۸)

اور دوسرے مقام پر لکھتے ہیں کہ "عاصم بن ضمرہ رحمۃ اللہ علیہ لیس بقوی"

(سنن الکبریٰ ج۲ ص ۱۷۳)

مبارک پوری صاحب رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ اگرچہ محدث مشہور ہیں مگر ان کا کوئی قول بلا دلیل معتبر نہیں ہوسکتا۔

(تحقیق الکلام ج ۲ص ۳۲ بحوالہ احسن الکلام ج ۲ص ۱۱۷)

(۲) امام ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ کی توثیق کا جواب:

زبیر علی زئی صاحب نے امام ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ سے بھی اس راوی کی توثیق کی ہے مگر امام ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ کی توثیق قابل قبول نہیں ہے اس لیے کہ امام ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ کا توثیق

رجال کے بارے میں مسلک ہی جمہور محدثین سے الگ ہے کہ جس راوی کو امام ابن حبان رحمہ اللہ ثقہ عادل کہتے ہیں وہ جمہور کے نزدیک بدستور مجہول الحال اور مستور رہتا ہے، چنانچہ علامہ ذہبی، عمارۃ رحمہ اللہ بن حدید کے ترجمہ میں لکھتے ہیں کہ "و عمارة مجهول كما قال الرازيان ولا تفرح بذكر ابن حبان له فى الثقات فان قاعدته معروفة من الاحتجاج لم لايعرف" (میزان ج ۳ ص ۱۷۵)

اور عمارہ مجہول ہے جیسے رازیان نے کہا اور اس پر خوش مت ہو کہ ابن حبان نے اس کو ثقات میں ذکر کیا ہے اس لیے کہ ان کا قاعدہ ہی یہ مشہور ہے کہ مجہول راویوں سے بھی احتجاج کر لیتے ہیں یہی وجہ ہے کہ علامہ سخاوی رحمہ اللہ نے امام ابن حبان رحمہ اللہ کو متساہل کہا ہے (فتح المغیث ص ۲۴)

علامہ ابن الصلاح رحمہ اللہ نے بھی ان کو متساہل کہا ہے (مقدمہ ابن الصالح ص ۹) اور مبارک پوری صاحب لکھتے ہیں کہ اس میں کوئی شبہ نہیں ہے کہ ابن حبان متساہل ہیں۔ (تحقیق الکلام ج ۱ ص ۷۷)

اور مولف خیر الکلام لکھتے ہیں کہ ابن حبان رحمہ اللہ نے اس کو ثقات میں ذکر کیا ہے مگر ابن حبان رحمہ اللہ کا تساہل مشہور ہے (ص ۳۴۶)

(۳) امام ترمذی کی تحسین:

امام ترمذی رحمہ اللہ کا اس کو "حسن لہ" کہنا بھی قابل قبول نہیں چنانچہ حافظ ابن قیم رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ کثیر بن عبداللہ کی حدیث پر امام احمد رحمہ اللہ نے قلم پھیر دیا ہے اور یہ فرماتے تھے، کہ وہ محض ہیچ ہے لیکن امام ترمذی رحمہ اللہ کبھی اس کی حدیث کی تصحیح کرتے ہیں اور کبھی تحسین (زاد المعاد ج ۱ ص ۱۷۳)

شیخ الاسلام رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ محدثین امام ترمذی کی تصحیح پر اعتماد نہیں کرتے۔ (فتح الملہم ج ۲ ص ۴۳۰)

مبارکپوری رحمۃ اللہ علیہ صاحب لکھتے ہیں کہ امام ترمذی کی تحسین پر کوئی اعتبار نہیں کیونکہ وہ متساہل تھے۔ (تحفۃ الاحوذی ج ۱ ص ۲۰۴، ۲۲۸، ۲۷۶) ابکار المنن ص ۲۰۱، ۲۳۶)

(۴) امام یحییٰ بن معین رحمۃ اللہ علیہ::

امام یحییٰ بن معین رحمۃ اللہ علیہ کا حوالہ دینا غلط ہے کیونکہ پہلے امام ابن معین رحمۃ اللہ علیہ کا حوالہ اس راوی کی جرح میں گزر چکا ہے (تاریخ صغیر ص ۲۰۴)

لہٰذا امام ابن معین رحمۃ اللہ علیہ کا حوالہ پیش نہیں کیا جا سکتا

(۵) حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ:

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے اگر چہ اس راوی کی توثیق کی ہے لیکن اصل بات یہ ہے کہ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ خود شافعی المذہب ہیں اور شافعی حضرات تو خود رفع یدین کرتے ہیں اور اس کے قائل ہیں اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی مدح میں حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ موضوع حدیث بیان کرنے سے دریغ نہیں کرتے اور پھر سکوت کر جاتے ہیں۔ (بحوالہ مقدمہ نصب الرایہ ص ۶۰)

شاید یہی وجہ ہے کہ جو حدیث موضوع ان کے امام کی مدح میں ہو اور ان کے مذہب کی تائید کرتی ہو تو وہاں بیان کرنے کے بعد خاموشی اختیار کر لیتے ہیں اور جو ان کے مذہب کے خلاف ہو اس پر کوئی نہ کوئی جرح کر ڈالتے ہیں (نور الیضاح ج ۱ ص ۶۶ طبع سوم)

(۶) امام ابوزرعہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام ابوحاتم رحمۃ اللہ علیہ کی توثیق:

ان دو ائمہ کی توثیق بھی یہاں اس لیے قبول نہیں کہ اگر زبیر علی زئی صاحب اور باقی غیر مقلدین کو ان ائمہ کا قول یہاں پر قبول ہے تو پھر امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں ان دونوں ائمہ کا قول ہے جو انہوں نے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ پر جرح کی ہے وہ بھی قبول کرنی پڑے گی۔

(۷) بخاری شریف اور مسلم شریف:

زبیر علی زئی صاحب نے اس راوی کی توثیق میں بخاری اور مسلم کا حوالہ دیا ہے کہ یہ

بخاری اور مسلم کا راوی ہے اس لیے یہ صحیح ہے، زبیر علی زئی صاحب کی یہ بات غلط ہے اس لیے کہ آپ نے خود بخاری ومسلم کے راویوں پر کلام کیا ہے۔

(نور العینین ص ۶۶، ۶۷، ۱۲۸، بحوالہ نور الصباح ج ۳ ص ۲۳۶)

اور آپ کے علماء میں سے مولانا ارشاد الحق اثری صاحب نے بھی اپنی توضیح الکلام میں کئی جگہ بخاری مسلم کے راویوں پر کلام کیا ہے مثلاً (توضیح الکلام ج ۲ ص ۲۴۷، ۲۵۳) پر سلیمان تیمی پر کلام کیا ہے اور قتادہ پر بھی کلام کیا ہے (ج ۲ ص ۲۸۳، ۳۲۲)

اور اس کے علاوہ اور بھی بہت سے راوی ہیں جن پر کلام کیا ہے آپ کے مطلب کی جو روایتیں آئیں ہیں ان کی سند میں آپ کو فوراً خیال آتا ہے کہ یہ بخاری اور مسلم کا راوی ہے اور ہماری روایتوں میں جو بخاری مسلم کے راوی ہوتے ہیں ان پر آپ کو جرح کرتے وقت زرہ بھی خیال نہیں آتا یہ کیسا انصاف ہے۔

جواب نمبر ۵:

اس روایت کا پانچواں جواب یہ ہے کہ اس روایت میں رفع یدیہ کے الفاظ ہیں جس کا مطلب یہ ہے کہ "آپ ﷺ نے رفع یدین کی" تو اتنا ثبوت تو بخاری میں کھڑے ہوکر پیشاب کرنے کا بھی ہے" (دیکھو بخاری ج ۱ ص ۳۵، ۳۶، ۳۲۶)

تو اس کی کیا وجہ ہے کہ کھڑے ہوکر پیشاب کرنے کو سنت موکدہ متواترہ نہ کہا جائے اور رفع یدین کو کہا جائے اس حدیث میں ہے "وبال قائما" کھڑے ہوکر پیشاب کیا یہ تو ماضی مطلق ہے جس سے صرف ایک دفعہ کھڑے ہوکر پیشاب کرنا ثابت ہوا اس لیے رفع یدیہ سے بھی ایک ہی دفعہ رفع یدین ثابت ہوگی لیکن ہمارا استدلال ماضی مطلق رفع یدیہ سے نہیں بلکہ ماضی استمراری یرفع یدیہ سے ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ آپ ﷺ رفع یدین کرتے تھے لیکن بخاری شریف کی اس روایت میں یرفع یدیہ کے نہیں بلکہ رفع یدیہ کے الفاظ ہیں جس سے ہیشگی ثابت نہیں ہوتی۔

اعتراض:

لیکن بخاری شریف میں جو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے رفع یدین کی سب پہلی دلیل ہے اس میں یرفع یدیہ کے الفاظ ہیں۔

جواب:

امام بخاری اپنی کتاب بخاری شریف میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے صرف چار حدیثیں رفع یدین کی لائے ہیں۔

(۱) ان چار حدیثوں میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے جو پہلی والی حدیث ہے اس میں یرفع یدیہ کے الفاظ ہیں اور باقی تین میں رفع یدیہ کے الفاظ ہیں اور مسلم شریف میں جو ابن عمر رضی اللہ عنہما سے رفع یدین کی روایت ہے اس میں بھی رفع یدیہ کے الفاظ ہیں نہ کہ یرفع یدیہ کے لہٰذا رفع یدیہ کا پلہ بھاری ہوا نہ کہ یرفع یدیہ کا۔

پھر امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے جہاں کان یرفع یدیہ روایت کیا ہے وہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی سند سے ہے تو آیئے موطا امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے فیصلہ کرلیں، لہٰذا جب ہم موطا امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کو کھول کر دیکھتے ہیں تو معلوم ہوا کہ اس میں رفع یدیہ ہے۔

(موطاامام مالک ج ا ص ۳۹ تا ۴۰)

نہ کہ یرفع یدیہ، اور یہ ہے بھی مدینہ کی کتاب اور بخارا میں آکر رفع یدیہ بدل کر "کان یرفع یدیہ" ہوگیا جبکہ کوفہ میں بھی رفع یدیہ ہی رہا (موطأ امام محمد)

اور دوسرا فرق یہ ہوا کہ موطاء امام مالک میں اذا کبرللرکوع نہیں تھا بخاری میں اس کا بھی اضافہ ہوگیا گویا مدینہ منورہ کی کتاب میں، چار رکعت نماز میں پانچ دفعہ رفع یدین کا ذکر تھا بخارا میں پانچ کو نو بنالیا گیا۔

اب جب غیر مقلدین سے یہ پوچھا جاتا ہے کہ مدینہ والی کتاب کو مانو گے یا بخارا والی کو مانوں گے، تو کہتے ہیں کہ ہم تو بخارا والی کتاب کو مانیں گے لہٰذا ان کے یہ کہنے سے (کہ

بخارا والی کتاب کو مانیں گے) ان کا عمل نہ مدینہ والی پانچ پر رہا اور نہ بخارا والی نو پر رہا، بلکہ یہ غیر مقلدین تو دس جگہ کو سنت متواترہ کہتے ہیں۔ تو لہٰذا غیر مقلدین کے نزدیک پانچ جگہ رفع یدین خلاف سنت اور نو جگہ بھی خلاف سنت اور جب ایک بھی سنت رہ جائے تو ایک لعنت تو آپڑی چنانچہ آپ ﷺ نے سنت کے ترک کرنے والے پر لعنت فرمائی ہے (مشکوۃ ص ۲۲ بحوالہ الرسائل فی تحقیق المسائل ص ۱۷۶ حصہ سوم) لہٰذا غیر مقلدین کی نماز خلاف سنت ہونے کی وجہ سے غیر مقلدین موجب لعنت ہیں۔

جواب نمبر ۶:

غیر مقلدین کا اصول ہے کہ اگر کسی صحابی رضی اللہ عنہ سے کوئی کوئی غلطی ہو جائے تو اس کی دوسری روایت کو بھی وہ مشکوک سمجھتے ہیں۔ مثلاً حافظ عبداللہ صاحب روپڑی غیر مقلد (رفع یدین اور آمین ص ۱۵۰ بحوالہ نور الصباح ج ۱ ص ۱۳۱) میں لکھتے ہیں کہ ”غرض جب اس قسم کی غلطیاں عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے ثابت ہیں تو رفع یدین کے مسئلے میں غلطی کوئی انوکھی چیز نہیں“

اور مولوی محمد صاحب غیر مقلد دہلوی دلائل محمدی ص ۳۸ حصہ دوم بحوالہ ایضا) میں لکھتے ہیں ”جناب یادرہے کہ یہ روایت گو حضرت عبداللہ (بن مسعود رضی اللہ عنہ) سے ثابت تو نہیں لیکن آپ حضرات جبراً ثابت شدہ منوار ہے ہو تو سنو حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے یہاں بھول اور نسیان سے کام لیا ہے، جس طرح اور بھی بعض مسائل میں آپ سے سہو نسیان ثابت ہے۔

اب غیر مقلدین کے اسی اصول کے مطابق حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے بھی اغلاط ثابت ہیں تو ان کی روایات رفع یدین بھی مشکوک ہو جائے گی مثلاً (۱) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کو مسح علی الخفین کا کوئی علم نہ تھا جبکہ (ابن کثیر ج ۲ ص ۲۸) میں تصریح ہے کہ یہ مسح علی الخفین قولاً وفعلاً متواتر ہے چنانچہ مسح علی الخفین کے علم نہ ہونے کی روایات ان کتابوں میں دیکھیں (موطا امام مالک ص ۲۵ اور بخاری شریف ج ۱ ص ۳۳)

(۲) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک عمرہ رجب میں کیا جبکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس کی تردید فرمائی (صحیح بخاری ج ۱ ص ۲۳۱ ج ۲ ص ۶۱۰)

(۳) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما صلوٰۃ الضحیٰ کو بدعت کہتے تھے جبکہ یہ سنت ہے دیکھئے (صحیح بخاری ج ۱ ص ۲۳۸ و مسلم ج ۱ ص ۴۰۹ وابوداود ص ۱۸۳)

(۴) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے تھے کہ میں اس بات کو پسند نہیں کرتا کہ رات کو خوشبو لگائی جائے اور صبح کو اسی حال میں احرام باندھا جائے اس لیے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما خوشبو کے بجائے زیتون کا تیل لگایا کرتے تھے تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے تردید فرمائی (بخاری ج ۱ ص ۱۴۱ و ص ۲۰۸ ج ۲ ص ۸۷۷، ۸۷۸) ان جوابوں کے بعد اب ہم بھی الزامی جواب کے طور پر کہتے ہیں کہ غرض اس قسم کی غلطیاں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے ثابت ہیں تو رفع یدین کے مسئلے میں غلطی کوئی انوکھی چیز نہیں ہے۔

جواب نمبر ۷:

یہ بات شک شبہ سے بالاتر ہے کہ آفتاب نبوت سے اکتساب نور کرنے کے بعد تمام حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نجوم ھدایت تھے۔ مگر بعض کو ایسے جزوی فضائل حاصل تھے کہ دوسرا کوئی ان میں ان کا ہم پایہ نہیں ہوسکتا۔ ان میں سے ایک شخصیت حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے معلمین قرآن میں سب سے پہلے ان کا بیان کیا ہے۔
(بخاری ج ۱ ص ۵۳۱ و مسلم ج ۲ ص ۲۹۳)

اور فرمایا ہے کہ جس چیز کو تمھارے لیے ابن مسعود رضی اللہ عنہ پسند کرتے ہیں میں اس پر راضی ہوں۔ (مستدرک ج ۳ ص ۳۱۹ صحیح)

اور حضرت عقبہ بن عمرو فرماتے تھے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد میں نے ما انزل اللہ (یعنی جو کچھ خدا نے نازل کیا) کا ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے بڑا عالم کوئی نہیں دیکھا حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کیوں نہ ہو وہ ہر وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس رہتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے

کسی وقت حجاب نہیں کرتے تھے (مسلم ج۲ ص ۲۹۳) یہی وجہ ہے کہ محدثین کے ہاں جب بھی حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے درمیان کسی مسئلے میں اختلاف ہو جائے تو ترجیح ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے مسئلے کو دی جائے گی۔ اور اگر بالفرض ابن عمر رضی اللہ عنہما سے منسوب رفع یدین کی احادیث کو صحیح مان بھی لیا جائے تو بھی حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت کے مقابلے میں یہ مرجوح ہے۔

(۱) مشہور تابعی شفیق رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ میں ابن مسعود رضی اللہ عنہ پر کسی صحابی کو ترجیح نہیں دیتا (مستدرک ج ۳ ص ۳۱۹) (بحوالہ احسن الکلام ج ۱ ص ۱۲۲)

(۲) چنانچہ جب علی رحمۃ اللہ علیہ بن مدینی رحمۃ اللہ علیہ اور یحییٰ بن معین کا مس ذکر سے وضو ٹوٹنے کا مناظرہ ہوا تو علی بن مدینی رحمۃ اللہ علیہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث پیش کی مس ذکر سے وضو نہیں ٹوٹتا اور یحییٰ بن معین رحمۃ اللہ علیہ نے ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث پیش کی کہ وضو ٹوٹ جاتا ہے، تو علی بن مدینی نے فرمایا کہ جب حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا اجتماع ہو جائے اور پھر اختلاف کرے تو ترجیح ابن مسعود کی حدیث کو ہوگی۔ پھر ابن معین رحمۃ اللہ علیہ خاموش ہو گئے۔ اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے علی بن مدینی کی تصدیق کی۔

(مستدرک حاکم ص ۱۳۹ ج ۱ بحوالہ نور الصباح ج ۱ ص ۱۹۷)

(۳) امام اعمش رحمۃ اللہ علیہ حضرت ابراھیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں فرماتے ہیں کہ جب حضرت ابن عمر اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم کسی مسئلے میں متفق ہوں تو حضرت ابراھیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ ان کے برابر کسی کے قول کو نہیں سمجھتے تھے اور جب ان دونوں میں اختلاف ہوتا تو ان کو حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا قول اختیار کرنا زیادہ پسند آتا۔

(اعلام الموقعین ج ۱ ص ۱۳، ۱۴، بحوالہ تقلید کی شرعی حیثیت ص ۵۷)

(۴) علامہ انور شاہ رحمہ اللہ یوں تحریر فرماتے ہیں کہ "واذا اجتمع ابن مسعود رضی اللہ عنہ وابن عمر رضی اللہ عنہما واختلف فابن مسعود اولیٰ ان یتبع فقال لہ احمد نعمہ"

(بسط الیدین ص ۵۹)

لہٰذا اب جب حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے ترک رفع یدین کی صحیح حدیث آگئی ہے تو پھر حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی رفع یدین والی حدیث کو ترک کر دیا جائے گا۔

حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ

واللفظ للترمذی حدثنا هناد حدثنا وكيع عن سفيان عن عاصم بن كليب عن عبد الرحمٰن بن الاسود عن علقمة قال قال عبد الله بن مسعود رضی اللہ عنہ الا اصلی بكم صلاة رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم فصلی فلم يرفع يديه الا فی اول مرة قال وفی الباب عن البراء بن عازب قال ابو عيسٰی حديث ابن مسعود رضی اللہ عنہ حديث حسن وبه يقول غير واحد من اهل العلم من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم والتابعين وهو قول سفيان واهل الكوفة۔

(ترمذی ص۵۹ ابو داود ص۱۰۹ نسائی ص۱۴۱)

ترجمہ:

امام ترمذی فرماتے ہیں کہ ہم سے ھناد نے بیان کیا اور حضرت ھناد فرماتے ہیں کہ ہم سے وکیع نے حدیث بیان کی وہ سفیان ثوری سے وہ عاصم بن کلیب سے وہ عبدالرحمٰن بن اسود سے وہ علقمہ سے روایت کرتے ہیں، حضرت علقمہ نے فرمایا کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کیا میں تمہیں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز نہ پڑھاؤں؟ پس حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے نماز پڑھی اور رفع الیدین نہ کیا نماز میں مگر ابتداء میں ایک ہی مرتبہ امام ترمذی فرماتے ہیں کہ ترک رفع الیدین کے باب میں حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے بھی روایت ہے اور حدیث ابن مسعود کی حسن ہے اور اس ترک الیدین کے قائل بے شمار اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور تابعین صحابہ رضی اللہ عنہم ہیں اور حضرت سفیان ثوری اور تمام اہل کوفہ بھی اس کے قائل ہیں۔

قارین کرام! اس صحیح حدیث سے ثابت ہوا کہ آپ ﷺ رفع الیدین نہ کرتے تھے۔ لیکن زبیر علی زئی غیر مقلد کو معلوم نہیں کیا بیماری ہے کہ وہ صحیح اور حسن حدیث کو بھی ضعیف ثابت کرنے پر تلے ہوئے ہیں۔ چنانچہ انہوں نے اس حدیث کو ضعیف ثابت کرنے کی اس ناکام کوشش میں کافی اقوال نقل کیے ہیں۔ اب ان سب کا ایک ایک کرکے جواب دیکھ لیں۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث کو جن ائمہ نے ضعیف قرار دیا ہے ان کا جواب:

زبیر علی زئی نے اپنی کتاب (نور العینین ص ۱۳۰) میں لکھا ہے کہ "محدثین کی اکثریت نے اس حدیث کو ضعیف و معلول قرار دیا ہے" اور اس کے بعد حضرت عبد اللہ بن مبارک رحمہ اللہ کا قول نقل کیا ہے اور وہ بھی ادھورا۔ علی زئی نے جتنا حصہ نقل کیا ہے وہ یہ ہے" **لم یثبت حدیث...... ابن مسعود** رضی اللہ عنہ **(ایضاص ۱۳۰)** اور ترمذی ص ۵۱ کا حوالہ دیا ہے۔ اور اب ابن مبارک رحمہ اللہ کے اس قول کی مکمل عبارت ملاحظہ فرمائیں۔

وقال عبد الله بن مبارك قد ثبت حديث من يرفع و ذكر حديث الزهرى عن سالم عن ابيه ولم يثبت حديث ابن مسعود رضی اللہ عنہ **ان النبى** ﷺ **لم يرفع الا فى اول مرة" (ترمذی ص ۵۹ ج ۱)**

غور فرمائیں کہ عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ جس حدیث پر کلام فرما رہے ہیں وہ۔ **ان النبى** ﷺ **لم يرفع......** والی حدیث ہے اور ہم جس حدیث کو پیش کرتے ہیں وہ **الا اصلى بكم صلواة رسول الله** ﷺ **فلم يرفع يديه الا فى اول مرة** " والی ہے۔ اسی لیے امام ترمذی نے بھی ابن مسعود رضی اللہ عنہ والی حدیث "**لا اصلى بكم صلوٰة**" پر جرح کرنے کے بجائے کہا ہے کہ قال ابوعیسیٰ حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ حسن" (ترمذی ج ۱ ص ۵۹) [1]

اس سے معلوم ہوا کہ امام ترمذی کے نزدیک بھی عبداللہ بن مبارک کی جرح حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی اس حدیث کے متعلق نہیں بلکہ ان النبی ﷺ لم یرفع...... والی

حدیث کے متعلق ہے۔ اور امام ترمذی نے عبداللہ بن مبارک کی اس جرح کو پہلے بیان کیا پھر ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث نقل کی ہے۔ اگر یہ جرح اس حدیث کے متعلق کی ہوتی تو امام ترمذی اس جرح کو حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث کے بعد بیان کرتے جس طرح انھوں نے حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی تحسین بیان کی ہے اور اگر بالفرض حضرت ابن مبارک کی اس جرح کو حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی اس حدیث کے متعلق بھی تسلیم کرلیا جائے تو بھی یہ جرح کسی کام کی نہیں ہے۔ کیونکہ امام ترمذی نے اس جرح کو جس سند سے بیان کیا ہے وہ یہ ہے "حدثنا بذالك احمد ابن عبدة الأملي حدثنا وهب بن زمعة عن سفيان بن عبد الملك عن عبد الله بن مبارك رحمہ اللہ "(ترمذی ج۱ ص ۵۹)

اس سند میں امام ترمذی کے استاد احمد بن عبدۃ کے حالات معلوم نہیں یہاں تک کہ ان کی تاریخ ولادت اور وفات بھی معلوم نہیں۔ اندازہ یہ ہیکہ یہ تیسری صدی میں فوت ہوئے ہیں، اس زمانے میں نہ تو کسی شاگرد نے اس کی توثیق وتعریف کی ہے اور نہ کسی اور معاصر نے بلکہ آٹھویں صدی تک کسی محدث نے اس کی تعریف نہیں کی سوائے علامہ ذہبی کے انھوں نے اس کو صدوق کہا ہے (الکاشف ص ۲۳ ج۱، تہذیب ص ۵۹ ج۱) اور ابن حجر فرماتے ہیں کہ راوی کی توثیق جو صدوق کے لفظ سے کی جاتی ہے اس کا درجہ ثقہ اور متقین کے الفاظ سے کم ہے اور صدوق کے ساتھ ضعیف کا لفظ بھی مل سکتا ہے۔ چنانچہ علامہ ذہبی ایک راوی کے بارے میں فرماتے ہیں۔ " قلت هو صدوق وليس بمتقين"

(میزان ج ۳ ص ۶۵)

کہ صدوق ہے لیکن متقین نہیں ہے، امام ابوحاتم رحمہ اللہ حماد بن ابی سلیمان کے بارے میں لکھتے ہیں "صدوق لايحتج به" (التعلیق المغنی ج ۳ ص ۲۶۹) کہ صدوق ہے مگر اس کے ساتھ حجت نہ پکڑی جائے پھر سفیان بن عبدالملک محدثین کرام سے حدیث بیان نہیں کرتے یہ صرف عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ سے روایت کرتے ہیں۔

(خلاصۃ تہذیب الکمال ص ۴۴۵)

ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ ۲۰۰ھ سے بھی پہلے فوت ہوا ہے عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ سے قدیم السماع ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے (مجہول کے صیغہ سے) کہ سفیان عبدالملک نے ابومعاویہ الفرید سے بھی روایت کی ہے (تہذیب التہذیب ج۴ ص۱۱۶)

پھر زبیر علی زئی صاحب نے لکھا ہے کہ "درج ذیل ائمہ حدیث وعلماء کرام نے ابن مبارک رحمہ اللہ کی جرح کو ابن مسعود سے منسوب اس متنازعہ روایت کی متعلق قرار دیا ہے" (نورالعینین ص۱۳۰) جس میں امام ترمذی کا حوالہ بھی پیش کیا ہے جس کا جواب ابھی اوپر گزر چکا ہے اور امام بیہقی رحمہ اللہ کا بھی حوالہ پیش کیا ہے (سنن الکبریٰ ج۲ ص۷۹)

جواب:۔ امام بیہقی نے بھی امام ترمذی رحمہ اللہ والی ابن مبارک رحمہ اللہ کی جرح کو ہی بیان کیا ہے جس کا جواب ہو چکا ہے اور اس کی سند میں عبدالکریم بن عبداللہ السکری مجہول ہے اور اس ترجمہ کتب اسماء الرجال میں نہیں ملا لہٰذا ایسی مجہول سند کا کوئی اعتبار نہیں۔

اور ابن الجوزی رحمہ اللہ، ابن عبدالہادی، نووی، ابن قدامہ، ابن حجر، الشوکانی، البغوی، رحمہ اللہ کے حوالے پیش کیے، کہ یہ سب بھی ابن مبارک رحمہ اللہ کی اس جرح کو حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث سے متعلق قرار دیتے ہیں۔ (نورالعینین ص۱۳۰)

جواب:

ان سب حضرات نے جو ابن مبارک رحمہ اللہ کی جرح کو اپنی اپنی کتابوں میں حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے متعلق قرار دیا ہے یہ ان سب نے امام ترمذی رحمہ اللہ سے نقل کردی ہے اور اس کا جواب تفصیلاً گزر چکا ہے۔

(۲) علی زئی لکھتا ہے کہ امام شافعی نے ترک رفع الیدین کے احادیث کو رد کردیا کہ یہ ثابت نہیں ہیں (نورالعینین ص۱۳۱) جواب:۔ اس جرح کی سند منقطع ہے ان میں سے کسی صاحب کی امام شافعی سے ملاقات نہیں ہوئی لہٰذا یہ مردود ہے۔

(۳) علی زئی صاحب لکھتے ہیں کہ احمد بن حنبل نے اس روایت پر کلام کیا۔ (نورالعینین ص۱۳۱)

جواب:

امام احمد نے ثم لا یعود کی زیادت پر کلام کیا ہے اور باقی حدیث کو (مسند احمد ص ۳۸۸) میں فلم یرفع یدیه الا مرة کے الفاظ سے خود روایت کیا ہے لہٰذا یہ اعتراض بھی مردود ہے۔

(۴) علی زئی صاحب لکھتے ہیں کہ ابو حاتم الرازی نے کہا "هٰذا خطاء يقال وهم الثوری فقد رواه جماعة عن عاصم وقالوا كلهم ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم افتتح فركع يديه ثم رفع فطبق وجعلهما بين الركبتين ولم يقل أحد ما روى الثوری" (علل الحديث ج١ ص٩٦ ح٢٥٨) (نور العينين ص١٣١)

اس کا مفہوم یہ ہے کہ یہ حدیث خطاء ہے کہا جاتا ہے کہ سفیان ثوری کو اس کے اختصار میں وہم ہوا ہے کیونکہ ایک جماعت نے اس کو عاصم بن کلیب سے ان الفاظ کے ساتھ بیان کیا ہے کہ نبی کریم ۔ نے نماز شروع کی پس ہاتھ اٹھائے پھر رکوع کیا اور تطبیق کی اور اپنے ہاتھوں کو گھٹنوں کے درمیان رکھا کسی دوسرے نے ثوری والی بات بیان نہیں کی۔

جواب:

عاصم بن کلیب سے ایک جماعت نے روایت تطبیق کی کی ہے یہ روایت غلط اور محض غلط ہے بلکہ عبد اللہ بن ادریس کے علاوہ کسی نے بھی بیان نہیں کی جبکہ سفیان ثوری کی طرح ابو بکر النهشلی رحمہ اللہ اور ابن ادریس نے بھی بیان کیا ہے (کتاب العلل لدارقطنی) لہٰذا ابو حاتم رحمہ اللہ کی جرح مردود ہے۔

(۵) زبیر صاحب کہتے ہیں کہ دارقطنی نے اسے غیر محفوظ قرار دیا ہے۔

(العلل دارقطنی ج۵ ص۱۷۳) (نور العینین ص۱۳۱)

جواب:

یہ جرح بھی مردود ہے کیونکہ امام دارقطنی فرماتے ہیں کہ اسنادہ صحیح (کتاب العلل)

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں ”وکذا قال الدار القطنی انه صحیح الا هذه اللفظة۔
(الدرایة ص ۱۵۰ ج۱)

یعنی کہ اور اسی طرح امام دار قطنی نے فرمایا ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے مگر لا یعود کا لفظ صحیح نہیں۔

مگر ثم لا یعود کا لفظ صحیح ہو چکا ہے، امام وکیع امام عبد اللہ بن المبارک رحمہ اللہ ابو حذیفہ وغیرہ کی روایت میں۔

(۶) زبیر صاحب کہتے ہیں کہ ابن حبان نے کتاب الصلوٰۃ میں کہا ”هو فی الحقيقة اضعف شیء یعول علیه لان له عللا تبطله“
(تلخیص الحبیر ج ۱ ص ۲۲۲) نور العینین ص ۱۳۱)

کہ یہ روایت حقیقت میں سب سے زیادہ ضعیف ہے کیونکہ اس کی علتیں ہیں جو اسے باطل قرار دیتی ہیں۔

جواب:

ابن حبان کی کوئی کتاب کتاب الصلوٰۃ کے نام سے مرتب نہیں ہوئی یہ محض حافظ ابن حجر کی کاروائی کا نتیجہ ہے اور نہ ابن حبان کی کتاب الصلاة دنیا کی سطح پر موجود ہی نہیں ہوتی آج کی دنیا نے بہت سی نایاب چیزوں کو یاب بنا دیا ہے مگر ابن حبان کی کتاب الصلاة نایاب ہی رہی اور ان شاء اللہ تعالیٰ قیامت تک نایاب ہی رہے گی۔

اس کے بعد زبیر علی زئی صاحب لکھتے ہیں کہ امام ابی داود السجستانی نے کہا هذا حدیث مختصر من حدیث طویل و لیس هو بصحیح علی هٰذا اللفظ (ابوداود نسخہ حمصیہ ص ۴۴۸ و مشکواۃ المصابیح) (نور العین ص ۱۳۲) اور آگے لکھا ہے کہ چودھویں صدی میں بعض لوگوں نے امام ابوداود کے اس حدیث پر جرح کا انکار کیا ہے اور صاحب مشکواۃ کے اوہام جمع کر کے یہ فیصلہ کر دیا ہے کہ ابوداود سے اس قول کا انتساب وھم ہے۔ حالانکہ درجہ ذیل ائمہ نے اس قول کو امام ابی داود سے منسوب کیا ہے جن میں ابن الجوزی، ابن عبد

البر، ابن عبد الهادی، ابن حجر العسقلانی رحمہ اللہ (فی تلخیص الحبیر ج۱ص ۲۲۲) کے اقوال پیش کیے ہیں اور شمس الحق عظیم آبادی کا یہ قول نقل کیا ہے کہ "و اعلم ان ھٰذہ العبارۃ موجودۃ فی نسختین عتیقتین عندی ولیست فی عامۃ نسخ أبی داؤد الموجودۃ عندی" اور پھر کہا کہ معلوم ہوا کہ یہ عبارت امام ابوداودہی کی ہے اور اسی حدیث پر ہے۔

(عون المعبود ج ۳ص ۴۴۹ بحوالہ نور العینین ص ۱۳۲، ۱۳۳)

جواب:

شمس الحق عظیم آبادی غیر مقلد نے تحریف سے کام لیا ہے اور وہ دونوں نسخے پرانے صرف دنیا میں ان کے پاس ہیں۔ اور کسی کے کتب خانے میں نہیں پھر ابن عبد البر کی تمہید میں بھی غیر مقلد محشیٰ نے تحریف کا ارتکاب کیا ہے مولانا سید انور شاہ صاحب رحمہ اللہ نے پہلے سے خبردار کردیا ہے کہ تمہید میں تحریف واقع ہو چکی ہے۔ اور وہاں سے نقل بڑی احتیاط سے کرنی چاہیئے باقی ابن الجوزی ابن عبد الھادی اور ابن حجر کو اشتباہ ہو گیا کہ امام ابی داود نے حضرت براء بن عازب کی حدیث پر جرح کی ہے حلانکہ یہ حقیقت کے برخلاف ہے۔ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ ابن الجوزی اور ابن الھادی کی عبارت میں غیر مقلد نے تحریف کا ارتکاب کردیا ہو اور ابن حجر تلخیص الحبیر میں نقل کرنے میں محتاط نہیں ہیں ابن حجر نے خود کہا ہے کہ تلخیص الحبیر پر میں راضی نہیں ہوں

(۲) اس کے بعد زبیر صاحب نے یحییٰ بن آدم کا حوالہ پیش کیا ہے۔

(ملاحظہ ہو تلخیص الحبیر ج ۱ص ۲۲ نور العینین ص ۱۳۳)

جواب:

یحییٰ بن آدم نے جرح نہیں کی صرف امام احمد نے یوں کہا ہے کہ عبد اللہ بن ادریس کی حدیث میں یحییٰ بن آدم فرماتے ہیں کہ میں نے نظر کی تو اس میں ثم لم یعد نہیں تھا۔

(جزء رفع الیدین ص ۱۶ بحوالہ نور الصباح ص ۳۳۸ ج ۲)

اب حافظ ابن حجر کا اس کو یہ رنگ دینا کہ قال احمد شیخ یحیی بن آدم هو ضعیف کہ امام احمد اوران کے شیخ یحیٰ کے ہاں یہ حدیث ضعیف ہے بہت غلط بات ہے۔

(۳) پھر حافظ زبیر صاحب نے محمد بن وضاح کا یہ حوالہ پیش کیا ہے کہ انہوں نے ترک رفع یدین کی تمام احادیث کو ضعیف کہا (تمہید ج ۹ ص ۲۲۱) نور العینین ص ۱۳۳)

جواب:

محمد بن وضاح یقول الاحادیث التی یروی عن النبی ﷺ فی رفع الیدین ثم لا یعود ضعیفة کلها (التمهید) کہ محمد بن وضاح نے کہا کہ وہ احادیث رسول سے ثم لا یعود سے روایت کیا ہے ضعیف ہیں۔اول تو یہ کہ اس کی سند کی صحت ثابت کریں و ثانیا لا یعود کے علاوہ والی روایت تو صحیح ہیں۔لھٰذا زبیر صاحب کا یہ دھوکہ ہے اور مردود ہے۔

(۴) پھر زبیر صاحب نے لکھا ہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے بحوالہ تلخیص الحبیر حدیث کو ضعیف قرار دیا ہے (نور العینین ص ۱۳۳)

جواب:

امام بخاری سے جرح منقول کرنا صحیح نہیں اور جز رفع یدین ان کی طرف منسوب ہے ان کی اپنی تصنیف نہیں نیز حافظ ابن قیم نے تہذیب السنن ص ۳۶۸ ج ۱ بحوالہ نور الصباح ص ۳۳۸ ج ۲) میں فرمایا ہے وضعفه دارمی، والدار القطنی، والبیهقی کہ اس حدیث ابن مسعود کو امام دارمی، دارقطنی اور بیہقی نے ضعیف قرار دیا ہے جبکہ تلخیص الحبیر ج ۱ ص ۲۲۱) میں یزید بن ابی زیاد والی روایت کے بارے میں ضعفه البخاری، واحمد، ویحیٰ، والدارمی والحمیدی جبکہ الدارمی یا دارقطنی یا بیہقی نے ابن مسعود کی حدیث کو ضعیف قرار نہیں دیا۔اب تک تو اس حدیث کو جن علماء نے ضعیف قرار دیا ہے انکا جواب تھا۔

اب ان علماء کے نام سن لیں جنہوں نے اس حدیث کی تصحیح و تحسین کی ہے:

(۱) امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے (جامع ترمذی ج۱ص ۵۹) میں

(۲) امام دارقطنی رحمۃ اللہ علیہ نے (العلل الواردہ ج۵ص ۱۴۳) نصب الرایہ ج۱ص ۳۹۵) میں

(۳) امام ابن القطان رحمۃ اللہ علیہ نے (تقریب شرح التثریب ج۱ص ۲۶۳) الدرایہ ج۱ ۱۵۰)

(۴) علامہ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ نے (تہذیب السنن مع مختصر السنن ج۱ص ۳۶۸) میں

(۵) علامہ ابن دقیق العید رحمۃ اللہ علیہ نے (بحوالہ نصب الرایہ ج۱ص ۳۹۴، ۳۱۵)

(۶) علامہ ابن ترکمانی رحمۃ اللہ علیہ نے (جوہر النقی علی سنن کبریٰ بیہقی ج۲ص ۷۸)

(۷) علامہ منذری رحمۃ اللہ علیہ نے (مختصر سنن ابی داؤد ج۱ص ۳۶۷)

(۸) علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے (اللآلی المصنوعہ ج۲ص ۱۹)

(۹) امام ابن عدی رحمۃ اللہ علیہ نے (کامل بحوالہ الکوکب الدری ص ۱۳۲)

(۱۰) علامہ زیلعی رحمۃ اللہ علیہ نے (نصب الرایہ ج۱ص ۳۹۴)

اب اس حدیث کی تصحیح و تحسین کرنے والے غیر مقلدین علماء کے نام سن لیں:

(۱) علامہ ابن حزم رحمۃ اللہ علیہ (علی ابن حزم ج۴ص ۸۸ ج۳ص ۲۳۵)

(۲) علامہ احمد محمد شاکر رحمۃ اللہ علیہ (حاشیہ علیٰ ابن حزم ج۴ص ۸۷ حاشیہ ترمذی ج۲ص ۴۱)

(۳) علامہ شعیب الارناؤط (حاشیہ سر السنہ ج۳ص ۲۴)

(۴) علامہ زہیر الشاویش (ایضاً)

(۵) سید ہاشم عبداللہ یمانی (حاشیہ الدرایہ ج۱ص ۱۵۰)

(۶) مولانا عطاء اللہ صاحب (تعلیقات سلفیہ علی سنن النسائی ج۱ص ۱۲۶)

(۷) مولانا عبدالرحمٰن محمد عبداللہ پنجابی (عقیدہ محمدیہ ج۲ص ۱۱۹)

(۸) علامہ عبدالقادر الارناؤط (حاشیہ جامع الاصول ج۵ص ۳۰۲)

(۹) دکتور طاہر دردیری (تخریج احادیث المدونہ ج۱ص ۴۰۳)

(۱۰) علامہ ناصر الدین البانی (صحیح سنن نسائی ج ۱ ص ۲۲۰ ۔ ۲۲۸ سنن ترمذی ج ۱ ص ۸۲)

(۱۱) علامہ خلیل ہراس (حاشیہ علی ابن حزم ج ۲ ص ۲۹۲)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث جو ترک رفع یدین کی دلیل ہے سند اور متن کے اعتبار سے اعلیٰ درجے کی صحیح ہے اور اپنے مدلول میں نص ہے اس پر اعتراض کرنے والوں کے اعتراضات کا خلاصہ صرف یہ ہے کہ اس میں لفظ "ثم لم یعد" یا" ثم لایعود" اصل حدیث کا لفظ نہیں بلکہ کسی راوی کی طرف سے حدیث میں زیادتی ہے اس کے علاوہ اس حدیث پر کوئی قابل ذکر اعتراض نہیں ہے حقیقت یہ ہے کہ اس حدیث کے ساتھ ترک رفع یدین پر استدلال کرنے سے اس میں ''ثم لم یعد'' کی ضرورت نہیں ہے مذکورہ بالا حدیث پر یہ اعتراض اس وقت درست ہے جبکہ اس میں یہ لفظ موجود ہو۔

خلاصہ:

یہاں تک ہم نے جو زبیر صاحب نے اس حدیث ابن مسعود کو جن علماء سے ضعیف کہنے کی ناکام کوشش کی تھی اس کا جواب دیا ہے اور زبیر علی زئی صاحب نے حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ کو ضعیف و باطل قرار دینے کے لیے کل سات ائمہ اکرام رحمہم اللہ کے اقوال پیش کیے تھے۔

جن کا تفصیل سے جواب لکھ دیا ہے اس کے بعد اس حدیث کی تصحیح و تحسین جن علماء کرام و ائمہ کرام نے کی ہے ان کا نام مع حوالہ جات لکھ دیا ہے جن کی تعداد کل ۲۱ ہے تو اب زبیر صاحب نے جو اصل بیان کیا ہے کہ'' اگر کسی روایت کی تصحیح و تضعیف میں ائمہ محدثین کا اختلاف ہو تو حدیث کے ثقہ مشہور اور ماہر اہل فن کی اکثریت کو لامحالہ ترجیح دی جائے گی۔

(نور العینین ص ۶۱)

لہٰذا اس اصول کے مطابق حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ کو صحیح کہنے والے ائمہ کی تعداد زیادہ ہے لہٰذا یہ حدیث صحیح ہے۔

تدلیس سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ

حافظ زبیر علی زئی صاحب نے لکھا ہے کہ اس روایت کا دارو مدار سفیان ثوری پر ہے جیسا کہ اس کی تخریج سے ظاہر ہے سفیان ثوری ثقہ حافظ عابد ہونے کے ساتھ مدلس بھی تھے۔

(دیکھئے تقریب التہذیب ص ۲۴۴۵)

ان کو درج ذیل ائمہ حدیث نے مدلس قرار دیا ہے (نور العینین ص ۱۳۴)

پھر ان کی تدلیس کو ثابت کرنے کے لیے متعدد حوالے پیش کیے ہیں لیکن اصل مسئلہ یہ ہے کہ سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کس طبقہ کے مدلس ہیں۔ اس پر زبیر صاحب نے علامہ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ اور حافظ علائی کا حوالہ اور ان کی عبارات نقل کر کے یہ بتانے کی ناکام کوشش کی ہے کہ سفیان ثوری طبقہ ثالثہ کے مدلس ہیں جو کہ مجہولین سے روایت کرتے ہیں لیکن یہ بات زبیر علی زئی صاحب کی درست نہیں کیونکہ جو علامہ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کا حوالہ نقل کیا ہے وہ پورا نقل نہیں کیا پوری عبادت ملاحظہ فرمائیں۔

"سفيان بن سعيد الحجة الثبت، متفق عليه، مع أنه كان يدلس عن الضعفاء، ولكن له نقد و ذوق، ولا عبرة لقول من قال يدلس ويكتب عن الكذابين" (ميزان الاعتدال ج۲ص ۱۶۹)

ترجمہ:

سفیان بن سعید حجۃ ثبت متفق علیہ ہیں باوجود اس کے کہ وہ ضعفاء سے تدلیس کرتے ہیں لیکن وہ امام الجرح والتعدیل ہیں اور اس شخص کے قول کا کوئی اعتبار نہیں جو کہتا ہے کہ (سفیان ثوری) تدلیس کرتے ہیں اور جھوٹوں سے روایات لکھتے ہیں"

علامہ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کے اس قول کی تائید علامہ محمد بن اسماعیل الامیر الیمانی الصنعانی نے کی ہے۔ دیکھیے (توضیح الافکار لمعانی تنقیح الافظار ۳۵۴)

لہٰذا زبیر صاحب کو علامہ ذہبی کی عبارت میں سے لفظ مع کا حذف کرنا زیب نہیں دیتا۔

دوسرا دھوکہ زبیر صاحب نے حافظ علائی رحمۃ اللہ علیہ کا حوالہ نقل کر کے یہ دیا ہے کہ سفیان ثوری طبقہ ثالث کے مدلس ہیں (نور العینین ص ۱۳۵)

حقیقت تو یہ ہے کہ معاملہ اس کے برعکس ہے حافظ علائی رحمۃ اللہ علیہ نے مدلسین کی اقسام کا ذکر کیا ہے۔ (جامع التحصیل ص ۹۹)

اور اس میں سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کو طبقہ ثالث میں ذکر کیا ہے مگر خود اسی کتاب کے صفحہ ۱۱۳ میں سفیان ثوری کو طبقہ ثانیہ میں ذکر کیا ہے۔

سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ طبقہ ثانیہ کے مدلس ہیں

مندرجہ ذیل ائمہ کرام نے سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کو طبقہ ثانیہ میں شمار کیا ہے۔

(۱) حافظ ابن حزم ظاہری (بحوالہ توجیہ النظر ص ۲۵۱)

(۲) حافظ صلاح الدین العلائی رحمۃ اللہ علیہ (جامع التحصیل فی احکام المراسیل ص ۱۳۰)

(۳) حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ (طبقات المدلسین ص ۱۳)

(۴) حافظ برہان الدین العجمی (کتاب التبیین الاسماء المدلسین ص ۲۱)

(۵) حافظ طاہر بن صالح الجزائری رحمۃ اللہ علیہ (توجیہ النظر ص ۲۵۱)

(۶) علامہ محمد بن اسماعیل الامیر الیمانی (توضیح الافکار لمعانی تنقیح الانظار ج ۱ ص ۳۶۰)

غیر مقلدین کے علماء کا سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کو طبقہ ثانیہ میں شمار کرنا

(۱) مشہور غیر مقلد عالم محمد یحییٰ گوندلوی رحمۃ اللہ علیہ (جن کو زبیر علی زئی صاحب نے شیخ الاسلام کا لقب دیا ہے (نور العینین ص ۵۶) نے سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کو طبقہ ثانیہ میں ذکر کیا ہے نیز فرماتے

ہیں کہ'' اگر چہ امام ثوری رحمۃ اللہ علیہ مدلس تھے مگر ان کی تدلیس مضر نہیں۔ (خیر البراہین ص ۲۶)

(۲) مشہور غیر مقلد عالم بدیع الدین شاہ راشدی (جن کو زبیر صاحب شیخ کا لقب دیتے ہیں) لکھتے ہیں کہ'' اولا اس (سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ) کی عنعن بوجہ مرتبہ ثانیہ ہونے کے معتبر ہے ''قال ابن حجر فی طبقات المدلسین'' (نشاط العبد بجھر ربنا ولک الحمد ص ۱۸) (خطبات راشدی ص ۴۶) مولانا زبیر علی زئی صاحب فرماتے ہیں ''سفیان ثوری أحدا لاعلام علماء و زهدًا'' (الکاشف ج ۱ ص ۳۰۰)

صحیح بخاری و صحیح مسلم کا راوی ہے (تقریب) طبقہ ثانیہ کا مدلس ہے جس کی تدلیس مضر نہیں ''الا اذا ثبت واللہ اعلم'' (طبقات المدلسین کا مطالعہ کریں) (جرابوں پر مسح ص ۴۰ جمع و ترتیب عبد الرشید انصاری طبع اول بحوالہ نور الصباح حصہ دوم ص ۲۴۱)

امام بیہقی نے مدخل میں محمد بن رافع سے روایت کیا ہے انہوں نے کہا کہ میں نے ابو عامر سے پوچھا کیا سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ تدلیس کرتے ہیں تو انہوں نے فرمایا کہ نہیں۔

(تدریب الراوی ج ۱ ص ۲۳۱)

غیر مقلدین کی چالاکی:

غیر مقلدین حضرات بوجہ سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کی تدلیس کے ہماری اس عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ والی حدیث کو تو ضعیف کہہ دیتے ہیں لیکن جب کوئی حدیث ان کے کسی مسئلے کی دلیل ہو اور اس میں سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ عن سے بھی روایت کر رہے ہوں تو اسکو آنکھیں بند کر کے قبول کر لیتے ہیں اور اس وقت غیر مقلدین کے نزدیک بوجہ تدلیس سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ حدیث صحیح ہوتی ہے جسکی چند مثالیں پیش کی جاتی ہیں۔

(۱) سفیان عن عاصم بن کلیب..... الخ (تحفہ حنفیہ بجواب تحفہ اہل حدیث از داؤد ارشد صفحہ ۱۲۲ و حدیث اور اہل تقلید ج ۱ صفحہ ۴۱۸) (۲) سفیان عن ابی قیس..... الخ

(تحفہ حنفیہ صفحہ ۳۷۸)

(۳)سفیان عن عاصم بن کلیب ..... الخ

(رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز۔از محمد اسماعیل سلفی صفحہ ۶۷)

(۴)سفیان عن ابی قیس ..... الخ

(صلوٰۃ الرسول۔از صادق سیالکوٹی صفحہ ۱۰۴)

(۵)سفیان عن عاصم بن کلیب ..... الخ

(نماز نبوی صحیح احادیث کی روشنی میں صفحہ ۱۴۴۔از ڈاکٹر شفیق الرحمٰن)

(۶)سفیان عن عاصم بن کلیب ..... الخ

(تحقیق وتخریج نماز نبوی از زبیر علی زئی صفحہ ۱۴۴)

(۷)سفیان عن عاصم بن کلیب ..... الخ

(اہلحدیث کے امتیازی مسائل از عبداللہ روپڑی صفحہ ۷۷)

(۸)سفیان عن عاصم بن کلیب ..... الخ

(نماز میں ہاتھ کہاں باندھیں از ثناءاللہ صفحہ ۱۱)

(۹) سفیان عن عاصم بن کلیب ..... الخ

(ابکار المنن للمبارکپوری صفحہ ۱۰۶)

(۱۰)سفیان عن عاصم بن کلیب۔ ۔ الخ

(حدیث اور غیر اہل حدیث از خواجہ قاسم صفحہ ۵۳)

رفع الیدین کے منسوخ ہونے پر زبردست دلیل:

(۱) حدثنی عثمان بن محمد قال:قال لی عبید اللہ بن یحیٰی: حدثنی عثمان بن سوادة بن عباد عن حفص بن میسرة عن زیدبن أسلم عن عبد اللہ ابن عمر قال: کنا مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بمکة نرفع أیدینا فی بدء الصلاة وفی داخل الصلاة عند الرکوع فلما ھاجر النبی صلی اللہ علیہ وسلم الی المدینة ترک رفع

اليدين فی داخل الصلاة عند الركوع وثبت علی رفع اليدين فی بدء الصلاة..... توفی"

(اخبار الفقهاء و المحدثین ص ۲۱۴)

ترجمہ:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ جب ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مکہ میں تھے تو ہم رفع یدین کرتے تھے نماز کی ابتداء میں اور نماز کے اندر رکوع کے وقت اور جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت فرمائی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز کے اندر رکوع والا رفع یدین چھوڑ دیا اور ابتداء کی رفع یدین پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم ثابت رہے حتیٰ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہو گیا۔

اس کی سند کے کل سات راوی ہیں جو کہ زبردست قسم کے ثقہ روای ہیں۔

اس روایت پر غیر مقلد زبیر علی زئی صاحب کے اعتراضات کے جوابات

اعتراض نمبر ۱:

زبیر علی زئی صاحب نے اس روایت پر پہلا اعتراض یہ کیا کہ "اخبار الفقہاء کے مذکورہ مصنف محمد بن حارث القیروانی (متوفی ۳۶۱ھ) کی وفات کے ایک سو بائیس (۱۲۲) سال بعد اس کتاب اخبار الفقہاء کی تکمیل کرنے اور لکھنے والا کون ہے یہ معلوم نہیں لہٰذا اس کتاب کا محمد بن حارث القیروانی کی کتاب ہونا ثابت نہیں ہے (نور العینین ص ۲۰۶)

جواب اول:

زبیر صاحب کا یہ اعتراض کہ مصنف کا انتقال ۳۶۱ھ میں ہوا ہے اور کتاب ۴۸۳ھ میں مکمل ہوئی لہٰذا یہ اس کی کتاب نہیں ہے تو یہ اعتراض درست نہیں ہے کیونکہ یہ کمپیوٹر کا تب

کی غلطی ہے کہ اس نے تین کے لفظ کو بائیں کی بجائے دائیں جانب لگا دیا۔

جواب دوم:

اگر بالفرض یہ مان بھی لیا جائے کہ یہ کتاب ۴۸۳ھ میں مکمل ہوئی ہے تو بھی یہ اعتراض مردود ہے کیونکہ اس کی متعدد مثالیں موجود ہیں ملاحظہ فرمائیں۔

(۱) امام ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۳۵۴ھ نے صحیح ابن حبان لکھی مگر اس میں ترتیب نہیں تھی تو امام ابن بلبان رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۷۳۹ھ) الاحسان بترتیب صحیح ابن حبان ابواب فقہیہ پر مرتب کیا تو یہ امام ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ سے کئی سو سال بعد اس کو ترتیب دیا تو کسی محدث نے بھی اس کو ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف ماننے سے انکار نہیں کیا، تو یہی حال اخبار الفقہاء والمحدثین کا ہے کہ اس کو بھی کسی کاتب نے ۴۸۳ھ میں ترتیب دیا تو اس سے کسی بھی اہل علم کو گنجائش نہیں کہ وہ اسکی تصنیف کا نکار کرے۔

(۲) زبیر علی زئی صاحب نے جزرفع الیدین امام بخاری کے نام سے اپنی تحقیق کے ساتھ شائع کی جبکہ اس کے ناسخ کی سند مذکور نہیں ہے

(۳) زبیر علی زئی صاحب نے امام بخاری کی نسبت سے کتاب الضعفاء بھی اپنی تحقیق کے ساتھ طبع کرائی جبکہ اس کے ناسخ عمر بن ابراہیم العجمی (۷۷۷ھ) اور راوی محمد بن عمر العثمانی (نے اس نسخہ کو ۶۱۴ھ کو سنا) کے درمیان ۶۸ سالوں کا انقطاع ہے درمیان میں کوئی سند موجود نہیں لیکن پھر بھی اسے تحفۃ الاقویاء قرار دے دیا۔

شبہ:

اگر کوئی یہ کہے کہ محمد بن حارث کی کتاب کا نام بتاؤ ورنہ ہم اس کتاب کو غیر معتبر کہیں گے، تو اس کا جواب یہ ہے کہ صحیح بخاری جو ابھی چھپی ہوئی ہے اس کے کاتب کا نام بتادو تو ہم اس کے کاتب کا نام بتادیں گے (یہ تحقیق مولانا عبدلغفار ذہبی صاحب کی ہے)

اعتراض نمبر۲:

زبیر علی زئی کا اس پر دوسرا اعتراض یہ ہے کہ ''اس کے راوی عثمان بن محمد کا تعین ثابت نہیں، بغیر کسی دلیل کے اسے عثمان بن محمد بن احمد بن مدرک مراد لینا غلط ہے اس ابن مدرک سے محمد بن حارث کی ملاقات کا کوئی ثبوت نہیں۔ (نورالعینین ص ۲۰۶)

جواب:

علی زئی صاحب کا یہ اعتراض مردود ہے کیونکہ امام محمد بن حارث قیروانی متوفی ۳۶۱) کے استاد عثمان بن محمد بن احمد بن مدرک قبری متوفی ۳۲۱ھ ہیں اور اس کی تعین خود امام محمد بن حارث قیروانی نے کی ہے مثلاً

(۱) قال محمد بن حارث قال لی عثمان بن محمد القری(اخبار الفقهاء و المحدثین ص ۱۰۳)

(۲) قال لی عثمان بن محمدالقری(ایضاص ۱۰۵)(۱۲۲)

ان کی ملاقات اور سماع بھی ثابت ہیں **(۱) قال محمد بن حارث القیروانی اخبرانی عثمان بن محمد الی (اخبار الفقهاء والمحدثین ص ۹۰، ۱۲۲۔**

(۲) حدثنی عثمان بن محمد (اخبار الفقهاء ص ۲۱۴)

(۳) قال حدثنی عثمان بن محمد (قضاة قرتبه و علماء افریکیه ج ۱۵، ص ۳۰)

(۴) قال اخبرنی عثمان بن محمد (ایضًا ص ۵۵ص ۶۲)

لفظ حدثنی اور اخبرنی سے سماع اور نکاح ثابت ہو جاتا ہے

چیلنج:

ہم نے دلیل کے ساتھ عثمان بن محمد بن احمد کو متعین کر دیا ہے اور زبیر علی زئی صاحب سے ہمارا مطالبہ ہے کہ وہ عثمان بن محمد خشیش القیروانی کو امام محمد بن حارث کا استاد دلیل سے

ثابت کر دے اور اس کا سن وفات بھی بتائے تو پھر اس کی بات قابل غور ہے ورنہ یہ دجل اور جھوٹ ہے(یہ تحقیق مولانا عبدالغفار ذہبی صاحب کی ہے۔

اعتراض نمبر۳:

علی زئی کا اس سند پر تیسرا اعتراض یہ ہے کہ عثمان بن سوادہ بن عباد کے حالات اخبار الفقہاء والمحدثین کے علاوہ کسی کتاب میں نہیں ملے،(نور العینین ص ۲۰۷)

جواب:

علی زئی کی یہ بات جھوٹ ہے اور خالص دھوکہ ہے اس کے حالات اخبار الفقہاء والمحدثین کے علاوہ میں بھی موجود ہے مثلاً

"**عثمان بن سودة من اهل القرطبة قال لی عثمان بن محمد قال لی عبيد الله بن يحيٰی كان عثمان بن سوداة ثقة مقبولا عند القضاة و الحكام و كان من اهل الذهد و العبادة و كثرة التلاوة**"

یعنی عثمان بن سوادۃ اہل قرطبہ میں سے ہے مجھے عثمان بن محمد نے کہا کہ مجھے عبیداللہ بن یحیٰی نے کہا کہ عثمان بن سوادۃ ثقہ مقبول ہے قضاۃ اور حکام کے نزدیک اور یہ اہل زہد میں سے ہے اور عبادت گزار ہے اور بکثرت تلاوت کرنے والا ہے۔

(تاریخ العلماء الاندلس لابن الفرضی ص ۲۴۲)

باقی حالات کے نہ ملنے سے نہ ہونا لازم نہیں آتا علی زئی خود اپنی کتاب نور العینین میں لکھتا ہے کہ "حصین بن وہب کے حالات مجھے نہیں ملے اور محمد بن احمد بن عصمہ الرملی کے بارے میں بھی یہی لکھتا لیکن دونوں روایتوں کے متعلق کہا کہ دونوں ثابت ہیں اور یہ بھی ثابت ہے الخ(نور العینین) لہٰذا زبیر علی زئی کا یہ اعتراض بھی مردود ہو گیا،

اعتراض نمبر۴:

علی زئی کا اس پر چوتھا اعتراض یہ ہے کہ عثمان بن سودہ کی حفص بن میسرہ سے ملاقات

اور معاصرت ثابت نہیں ہے (نور العینین ص ۲۰۷)

جواب:

یہاں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب علی زئی کو عثمان بن سوادہ کے حالات ہی نہیں مل سکے تو وہ یہ کیسے کہہ سکتے ہے کہ ملاقات ثابت نہیں لہٰذا علی زئی کی یہ بات بلا دلیل ہے اور مردود ہے۔

اعتراض نمبر ۵:

علی زئی کا اس پر پانچواں اعتراض یہ ہے کہ محمد بن حارث کی کتابوں میں اخبار القضاۃ والمحدثین کا نام تو ملتا ہے مگر اخبار الفقہاء والمحدثین کا نام نہیں ملتا (نور العینین ص ۲۰۸)

جواب:

زبیر علی زئی کا یہ اعتراض بھی مردود ہے کیونکہ اخبار الفقہاء والمحدثین کتاب کی نسبت امام قیروانی سے بہت سارے محدثین متقدمین نے کی ہے۔

(۱) امام محمد بن حزم رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۴۵۶ھ

(۲) امام ابن عبد البر رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۴۶۳ھ

(۳) امام ابو محمد الحمیدی متوفی ۴۸۸ھ

(جزوۃ المکتبۃ للحمیدی ص ۴۷ طبع بیروت)

اعتراض نمبر ۶:

زبیر علی زئی کا اس پر چھٹا اعتراض یہ ہے کہ یہ غریب حدیثوں میں سے ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ یہ شاذ روایتوں میں سے ہے (نور العینین ص ۲۰۸)

جواب:

اس کا جواب یہ ہے کہ شاذ کی دو تعریفیں ہیں امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ''شاذ حدیث وہ

{ Telegram } >>> https://t.me/pashanehaq1

ہوتی ہے جس میں کوئی ثقہ راوی ثقات سے منفرد ہو یعنی وہ تفرد من ثقات ہوتا ہے“

(معرفت علوم الحدیث مترجم ۲۰۴)

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ شاذ وہ حدیث نہیں ہوتی، جس کو ثقہ روایت کریں اور دوسرے روایت نہ کرتے ہوں بلکہ شاذ روایت وہ ہے جس کو ثقہ روایت کرتا ہو لیکن دوسرے ثقات اس کے مخالف ہوں، (ایضا مترجم ۲۰۴) تدریب الراوی ج ا ص ۱۹۳، ۱۹۴)

تو یہاں جو شاذ کی تعریف کی گئی ہے وہ دو طرح کی آپ کے سامنے آئی یہ روایت مخالفت ثقات والی نہیں ہے بلکہ تفرد من ثقات والی ہے اور ثقہ کا تفرد اور زیادتی جمہور محدثین کے نزدیک عموم اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک خصوصا مقبول ہے حجت ہے۔

(بخاری ج ا ص ۲۰۱) مستدرک ج ا ص ۹۱، ۹۲) (الکفایہ فی علم الروایہ ص ۴۲۴)

باقی اس کا غریب ہونا بھی کوئی عیب کی بات نہیں ہے کیونکہ صحیح بخاری کی پہلی اور آخری حدیث بھی غریب ہے (تدریب الراوی ص ۱۲۴، ۱۲۵) اور امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ”ونوع منه غرائيب اصيح“ اور پھر صحیح بخاری اور مسلم کی غریب حدیثوں کا ذکر کیا اور تصریح کی کہ ”فهذا حديث صحيح فهو من غرائب صحيح وهو غريب اصيح“ (معرفت علوم مترجم ص ۱۶۹)

جواب نمبر۲:

اگر ضعیف حدیث روایت کرنے والا راوی ضعیف غیر مقبول ہوتا ہے تو پھر صحیح بخاری اور مسلم کے ان روات سے مروی احادیث کو ضعیف وغیرہ مقبول قرار دینا ہوگا مثلاً

(۱) احمد بن سباه الخشلی ثقة حافظ لهو غرائب (تقریب ج ا ص ۱۶)

(۲) ابراهيم بن اسحاق صدوق يغرب (ایضا ج ا ص ۱۲۵)

(۳) ابراهيم بن سويت مدنی ثقة يغرب (ایضا ج ا ص ۲۸)

(۴) ابراهيم بن طهمان ثقة يغرب (ایضا ج ا ص ۲۹)

{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

(۵) حکام الرازی ثقة له غرائب (ایضاً ج۱ ص۲۷)

اعتراض نمبر۷:

علی زئی کا اس روایت پر ساتواں اعتراض یہ ہے کہ اس روایت کے متن میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کرنے کے بعد رکوع والا رفع یدین چھوڑ دیا جبکہ صحیح و مستند احادیث سے ثابت ہے کہ آپ ﷺ مدینہ منورہ میں رفع یدین کرتے تھے (نور العینین ص ۲۰۸) اور پھر دلائل میں حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ اور مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ کی حدیثیں پیش کیں۔

جواب:

زبیر علی صاحب کا یہ اعتراض بھی مردود ہے کیونکہ انہوں نے دلیل میں جو مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ کی روایت پیش کی ہے اس روایت سے ان کا استدلال کرنا صحیح نہیں کیونکہ حضرت مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ سے سجدوں میں بھی رفع الیدین کا ذکر ہے چنانچہ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ

"واصح ما وقفت علیه من الحدیث فی الرفع فی السجود ماروا ہ النسائی من روایة سعید ابن ابی عروبة عن قتادة عن نضر ابن عاصم عن مالك بن الحویرث (فتح الباری ج۲ ص۱۷۷)

ترجمہ:

یعنی کہ بہت زیادہ صحیح حدیث جس پر میں مطلع ہوا ہوں وہ ہے جو نسائی نے روایت کی ہے جس میں رفع الیدین فی السجود کا ذکر ہے۔ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کی اس عبارت سے یہ بات معلوم ہوئی کہ مالک بن حویرث کی وہ روایات جس میں سجدوں کی رفع یدین کا ذکر نہیں ہے ان میں ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کو کچھ نہ کچھ کلام ضرور ہے۔

(۲) حضرت مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ صرف بیس راتیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس رہے اور پھر بعد میں بصرہ میں مقیم ہو گئے اور بصرہ میں آپ رضی اللہ عنہ سے رفع یدین کی روایت کسی بھی محدث نے نہیں سنی۔

(۳) اور بخاری و مسلم شریف میں جو حضرت مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ کی روایت ہیں اس کی سند میں ابوقلابہ اور خالد الحذاء ہے اور ابوقلابہ رحمۃ اللہ علیہ جو کہ غضب کے مدلس ہیں (میزان) اور ناصبی بھی تھے (تقریب ص ۲۱، ۴۳) ان کے دو شاگرد ہیں (۱) ایوب سختیانی جو کہ ثقہ ثبت حجة من کبار الفقهاء العباد ہیں (تقریب ۵۰۵) ان کی روایت بخاری شریف ج ۱ ص ۱۱۳ میں ہے اور اس میں رفع یدین کا ذکر تک نہیں (۲) دوسرا شاگرد خالد الحذاء ہے اور تقریب میں ہے کہ شام سے آنے کے بعد اس کا حافظہ متغیر ہو گیا تھا، اور یہ حدیث جو بخاری میں ہے اس نے شام سے آنے کے بعد ہی روایت کی تھی۔

(۴) حکیم محمد بن سلفی صاحب لکھتے ہیں کہ یہ حدیث نہیں اثر ہے (شمس الضحیٰ ص ۱۱۲)

(۵) علامہ ناصر الدین البانی لکھتے ہیں کہ یہ روایت مرسل ہے کیونکہ حدث کی ضمیر کا مرجع ابوقلابہ تابعی ہیں مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ نہیں (تعلیقات مشکوۃ) اور الرسائل میں ہے کہ مرسل حدیث حجت نہیں ہوتی۔ خالد الحذاء کے وہم کی وجہ سے اور ابوقلابہ کی تدلیس کی وجہ سے یہ مرفوع حدیث بن گئی، صحیح بات یہ ہے کہ یہ دراصل ابوقلابہ کا فعل تھا۔

(۲) دوسری حدیث جو علی زئی نے حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کی پیش کی ہے اس سے بھی زبیر صاحب کا استدلال مردود ہے۔

کیونکہ زبیر صاحب نے حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کی حدیث کا حوالہ ابوداود اور ابن حبان میں سے دیا ہے اور ابوداود میں جو وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کی احادیث ہیں ان کی سند میں عاصم بن کلیب ہے اور یہ راوی غیر مقلدین کے نزدیک ضعیف ہے چنانچہ مولانا عبدالرشید انصاری صاحب نے (الرسائل فی تحقیق المسائل ص ۴۴۳، ۴۴۴ پر اس راوی پر شدید جرح نقل کی ہے اور ابوداود کی ایک سند میں محمد بن حجارہ بھی موجود ہے جس کے بارے میں امام

{ Telegram } >>> https://t.me/pashanehaq1

ابوعوانہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ وہ غالی شیعہ تھا (میزان ج ۳ ص ۴۹۸) اور شیعہ سجدوں میں بھی رفع یدین کرتے ہیں اسی لیے ابوداود کی اس روایت میں جس میں محمد بن حجارہ ہے سجدوں سے اٹھتے وقت بھی رفع یدین کا ذکر ہے لہٰذا شیعہ کی وہ روایت جو ان کے مذہب کی تائید کرے وہ قابل قبول نہیں ہوتی۔

(۱) زبیر صاحب کا (ابوداوٗد) کے حوالے سے یہ کہنا کہ حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ جب دوبارہ آئے اس سال بھی آپ نے رفع یدین کا ہی مشاہدہ فرمایا یہ بات غلط ہے کیونکہ ابوداوٗد ص ۱۰۵ میں کہ حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ "ثم اتیتھم فرایتھم یرفعون ایدیھم الی صدورھم فی افتتاح الصلاۃ وعلیھم برانس واکسیہ" یعنی پھر دوبارہ میں آیا پس میں نے انہیں دیکھا کہ رفع الیدین کرتے تھے سینوں کے مقابل نماز کے شروع میں اور ان پر گرم کپڑے تھے۔

(۲) امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ بھی حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کی حدیث پر عمل نہیں کرتے تھے چنانچہ وہ فرماتے ہیں" کہ میں وائل بن حجر کی حدیث پر عمل نہیں کرتا کیونکہ اس کے لفظ مختلف ہیں" (تمہید ج ۹ ص ۲۲۴) اور ابن عبدالبر رحمۃ اللہ علیہ بھی اس حدیث پر عمل نہیں کرتے۔ (تمہید ج ۱ ص ۲۲۷)

(۳) یہ وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کی حدیث جب حضرت ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ کو سنائی گئی تو انہوں نے جواب دیا کہ "ان کان وائل راٰہ مرۃ یفعل ذلک فقد راٰہ عبد اللہ خمسین مرۃ لایفعل ذالک" (طحاوی ج ۱ ص ۱۴۶)

اگر حضرت وائل رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو رفع یدین کرتے ایک بار دیکھ لیا ہے تو حضرت ابن مسعود نے پچاس بار دیکھا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم رفع یدین نہیں کرتے تھے۔

تنبیہ:

اگر زبیر علی زئی صاحب حضرت مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ اور حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کی حدیث سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری عمر میں رفع یدین کرنے کو ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ یہ

آخری عمر میں مسلمان ہوئے تھے جیسا کہ انہوں نے ثابت کرنے کی کوشش کی ہے تو اس کوشش کا کوئی فائدہ نہیں۔ کیونکہ آپکے بڑے محدث مبارکپوری صاحب نے اپنی کتاب میں لکھا ہے کہ۔

متاخر الاسلام ہونے سے دلیل لانا اُسی کا کام ہے جو اصول حدیث اور اصول فقہ سے ناواقف ہے (تحقیق الکلام ص ۷۵)

مزید لکھتے ہیں کہ

راوی کا آخری ایام میں مسلمان ہونے سے روایت کے آخری ہونے پر دلیل نہیں ہے (ایضا ۷۶)

اب زبیر صاحب خود فیصلہ کرلیں کہ اصول حدیث اور اصول فقہ سے آپ ناواقف ہیں یا مبارکپوری صاحب ناواقف ہیں

اعتراض نمبر ۸:

زبیر علی زئی اس پر حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی (صحیح ابن حزیمہ ج ا ص ۳۴۴) کے حوالے سے حدیث پیش کر کے جس میں نماز میں رفع الیدین کرنے کا ذکر ہے اپنا آٹھواں اعتراض یہ کرتا ہے کہ یہ بات عام طالب علموں کو بھی معلوم ہے کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مدینہ منورہ میں تشریف لائے تھے وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری چار سالوں میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہے ہیں (نور العینین ص ۲۱۰)

جواب:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی اس روایت کو پیش کر کے جو صحیح ابن خزیمہ ج ا ص ۳۴۴ پر ہے یہ بتانا چار ہے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ میں بھی رفع الیدین کرتے رہے جبکہ یہ بات غلط ہے اور جو روایت زبیر صاحب نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی پیش کی ہے اس کو پیش کرنے میں بہت خیانتیں کی ہیں

(۱) زبیر صاحب نے اس روایت کا عربی متن نہیں لکھا (۲) اس روایت کا ترجمہ بھی پورا نہیں کیا،

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت کا عربی متن اور ترجمہ ملاحظہ فرمائیں۔

عن ابی هریرة یقول کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا افتتح الصلوة کبر، ثم جعل یدیه حذو منکبیه، واذا رکع فعل مثل ذلك، واذا سجد فعل مثل ذلك ولایفعله حین یرفع رأسه من السجود، واذا قام من الرکعتین فعل مثل ذلك" (صحیح ابن خزیمة ج۱ ص ۳۴۴)

ترجمہ:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز شروع کرتے تو تکبیر کہہ کر پھر رفع الیدین کندھوں تک کرتے اور جب رکوع کرتے تو اسی طرح کرتے اور جب سجدہ کرتے تو اسی طرح کرتے اور سجدے سے سر اٹھانے کے بعد رفع یدین نہ کرتے اور جب دو رکعتوں پر کھڑے ہوتے تو (بھی) اسی طرح کرتے۔

غور کیجیے کہ اس روایت میں سجدہ کرنے کے وقت بھی رفع یدین کرنے کا ذکر ہے اور دو رکعتیں پڑھ کر بھی رفع یدین کرنے کا ذکر ہے جو زبیر علی زئی صاحب نے نہیں لکھا، بلکہ اپنی جہالت کو ظاہر کرتے ہوئے "واذا سجد" کا ترجمہ یہ کیا کہ اور رکوع کے بعد رفع یدین کرتے تھے یہ ہے زبیر علی زئی لامذہب کذاب غیر مقلد کی جہالت۔ تیسری بات یہ ہے کہ زبیر صاحب کا اس روایت سے استدلال کرنا درست نہیں کیونکہ اس روایت کی سند میں ابن شہاب زہری رحمہ اللہ ہیں جو کہ مدلس ہیں اور عن سے روایت کرتے ہیں لہٰذا اس روایت سے زبیر صاحب کا استدلال کرنا درست نہیں، زبیر صاحب کا اس روایت سے استدلال کے درست نہ ہونے کی چوتھی وجہ یہ ہے کہ اس کی سند میں ایک اور بھی راوی ہے جن کا نام ابن جریج ہے، ابن جریج متکلم فیہ ہے جس نے نوے یا ستر عورتوں سے

متعہ (زنا) کیا تھا۔ (تہذیب التہذیب ج ۳ ص ۵۰۳، تذکرۃ الحفاظ ج ا ص ۱۲۸)

۔ اور یہ راوی ابن جریج مدلس ہے اور یہ بھی عن سے رایت کر رہا ہے اور یہ بہت شرم کی بات ہے کہ زبیر صاحب خود تو اپنی کتابوں میں یہ لکھتے رہتے ہیں کہ مدلس راوی کی وہ روایت جو وہ عن سے روایت کرے وہ قابل قبول نہیں ہوتی (نور العینین ص ۱۳۵، ۱۳۶) اور جو روایت خود پیش کر رہے ہیں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی اس کے اندر دو دو مدلس راوی ہیں اور دونوں ہی عن سے روایت کر رہے ہیں۔

شرم تم کو مگر نہیں آتی

اعتراض نمبر ۹:

زبیر صاحب کا اس روایت پر نواں اعتراض یہ ہے کہ مشہور تابعی نافع سے روایت ہے کہ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما شروع نماز رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد اور دو رکعتیں پڑھ کر اٹھتے وقت چاروں مقامات پر رفع یدین کرتے تھے (صحیح بخاری ج ۲ ص ۱۰۲) پھر لکھتے ہیں کہ یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت کے مطابق رفع یدین منسوخ ہو جائے اور پھر بھی عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما یہ رفع یدین کرتے رہیں (نور العینین ص ۲۱۰)

جواب:

اس کا جواب شروع میں گزر چکا ہے اور یہ بھی پہلے گزر چکا ہے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے رفع یدین ترک کر دیا تھا۔

اعتراض نمبر ۱۰:

زبیر علی زئی کا اس روایت پر دسواں اعتراض یہ ہے کہ نافع فرماتے ہیں کہ سیدنا عبداللہ بن عمر جس شخص کو دیکھتے کہ رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد رفع یدین نہیں کرتا تو اسے کنکریاں مارتے تھے (جزء رفع الیدین ص ۱۰۰ و سندہ صحیح)

جواب:

زبیر علی زئی نے ابن عمر رضی اللہ عنہما کی اس کنکریوں والی روایت پیش کرنے کے بعد اس کی سند کو صحیح کہا ہے اور امام نووی رحمۃ اللہ علیہ کا بھی حوالہ دیا ہے کہ یہ نافع تک صحیح ہے سوال یہ ہے اگر ابن عمر رضی اللہ عنہما کی یہ روایت صحیح ہے تو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اس کو اپنی صحیح میں کیوں نہیں لائے حقیقت تو یہ ہے کہ یہ روایت صحیح نہیں اس لیے کہ یہ روایت جزء الرفع الیدین میں ہے اور جزء الرفع الیدین امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے نہیں بلکہ محمود بن اسحاق الخزائی نے لکھ کر امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی طرف منسوب کی ہے اور محمود بن اسحاق الخزائی مجہول اور کذاب راوی ہے۔ اور یہ جھوٹ بولنے والا راوی ہے چنانچہ محمود بن اسحاق نے پہلی حدیث جزء رفع الیدین کی امام بخاری سے یوں بیان کی ہے "اخبرنا اسمٰعیل بن ابی یونس حدثنی عبدالرحمن بن ابی الزناد .....الخ) جبکہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا کوئی استاد بھی اس نام کا نہیں ملتا معلوم ہوا کہ محمود بن اسحاق نے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ پر بہتان لگایا ہے اسی طرح امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کیا ہے " قال البخاری و کذالك یرو عن سبعة عشر نفسا من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم ... الخ" کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اسی طرح سترہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے رفع یدین عند الرکوع وعند رفع الراس من الرکوع روایت کیا گیا ہے جن میں ابو قتادہ ابو اسید الساعدی البدری، محمد بن مسلمہ، سہل بن سعد الساعدی، عبداللہ بن عمرو بن العاص.. الخ (جزء الرفع الیدین) اب عبداللہ بن عمرو بن العاص سے یہ رفع الیدین کسی کتاب میں جو حدیث کی کتاب ہو اس میں مروی نہیں ہوا یہ خالص محمود بن اسحاق الخزاعی کا جھوٹ ہے اسی طرح اس راوی محمود بن اسحاق نے جزء الرفع الیدین میں لکھا ہے " حدثنا محمود انا عبدالرزاق انا ابن جریج قال اخبرنی نافع" (جزء الرفع الیدین ص ۳۳) اس سند میں عبدالرزاق جو کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے دادا استاد ہیں ان سے محمود کی ملاقات ثابت نہیں ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی کنکریاں مارنے والی روایت میں ولید بن مسلم متفرد ہے اور یہ ایسا راوی ہے کہ اس کی روایت باوجود تحدیث کے اور صحیح مسلم میں ہونے کے علاوہ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ ''ضعیف بل باطل'' (شرح مسلم ج ا ص ۹۰) کہ یہ روایت ضعیف بلکہ باطل ہے اور (تذکرہ الحفاظ ج ۲ ص ۶۸۸) میں ''ھشام بن عمار حدثنا الولید الاوزاعی الخ '' اس سند کے بارے میں ذہبی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں ''رواته ثقات لكنه منكر'' کہ راوی اس کے ثقہ ہیں مگر منکر ضعیف ہے اس کے حاشیہ میں علامہ المعلمی غیر مقلد لکھتے ہیں '' علته ان الولید یدلس التسویه و كذا هشام فیما به یظهر'' اس سند کی علت یہ ہے کہ ولید بن مسلم تدلیس التسویہ کرتا ہے اور اسی طرح ہشام جیسا کہ ظاہر ہو رہا ہے۔

دیکھیے تحدیث کے باوجود علامہ معلمی غیر مقلد تدلیس التسویہ کا الزام ولید بن مسلم پر لگا رہے ہیں، امام اثرم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے ولید بن مسلم کو ضعیف قرار دیا ہے۔ (بحوالہ تحفۃ الاحوذی ج ا ص ۹۹)

خلاصۃ التحقیق

زبیر علی زئی کے ان دس اعتراضات کے جوابات سے یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ اخبار الفقہاء والمحدثین والی روایت بالکل صحیح اور قابل قبول ہے لہٰذا زبیر علی زئی کا اسے موضوع اور باطل کہنا جھوٹ اور مردود ہے۔

(۳) اسی طرح محدثین نے جو احادیث کی کتابوں میں '' باب ترك ذالك '' کے باب قائم کیے ہیں یہ بھی رفع الیدین کے منسوخ ہونے کی دلیل ہے اور امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی یہی قائدہ لکھا ہے کہ ''مصنفین جو ترک ذالک جیسے عنوانات قائم کرتے ہیں یہ عنوانات نسخ پر دلالت کرتے ہیں۔

(۴) حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ

مصنف درراینجا سخن بمبالغه که دواز جدورگزرانید وحق آنست که اخبارآثار

بردوجانب موجود است پس رفع وعدم آن باختلاف اوقات ہر دو بود یا اول رفع بو در آخر منسوخ شداکنوں دلائل ترک رفع ذکر کینم تاحق ظاہر سود" (شرح سفر سعادت طبع سکھر بحوالہ کشف الرین (مترجم ص ۱۲۳)

ترجمہ:

کہ مصنف فروز آباد رحمہ اللہ نے اس جگہ مبالغہ سے کام لیا ہے اور اس میں حد سے گزر گیا ہے امر صحیح اور حق بات یہ ہے کہ احادیث وآثار ہر دو جانب موجود ہیں رفع الیدین اور ترک رفع یدین وقت کے اختلاف کے ساتھ دونوں تھے پہلے رفع الیدین تھا اور پھر آخر مین منسوخ ہوگیا اس جگہ ہم ترک رفع الیدین کے دلائل پیش کرتے ہیں تاکہ حق ظاہر ہو جائے۔

جواب نمبر ۸:

کہ جب فعلی اور قولی حدیث میں تعارض ہو جائے تو ترجیح قولی حدیث کو ہوتی ہے محدثین کے نزدیک چنانچہ امام نووی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ۔

"تعارض القول والفعل والصحیح حینئذ عند الاصولیین ترجیح القول" (نووی شرح مسلم ج۱ص ۴۵۳)

ترک رفع یدین کی قولی حدیث:

حدثنا احمد بن شعیب ابو عبد الرحمٰن النسائی انا عمر بن یزید ابو یزید الجرمی حدثنا سیف بن عبید اللہ حدثنا ورقاء عن عطاء بن السائب

عن سعيد بن جبير عن ابن عباس رضی اللہ عنہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال السجود علی سبعة اعضاء اليدين والقدمين والركبتين والجبهة ورفع الايدى اذا رايت البيت وعلى الصفاء والمروة وبعرفة وبجمع وعند رمى الجمار واذا اقيمت الصلاة" (طبرانی کبیر ص ۴۵۲ ج۱۱)

حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سجدہ سات اعضاء پر ہے دونوں ہاتھوں پر دونوں قدموں پر دونوں گھٹنوں اور پیشانی پر اور رفع الیدین کرنا جب بیت اللہ شریف کو دیکھے اور پہاڑی صفاء ومروہ پر اور عرفہ کے موقع پر اور مزدلفہ میں اور رمی الجمار کے وقت اور جب نماز شروع کی جائے۔

اس حدیث کی سند میں عطاء بن السائب ہے جس کا آخری عمر میں حافظہ خراب ہو گیا تھا۔ لیکن اس سے روایت کرنے والے ورقاء بن عمر ہیں، جو امام شعبہ رحمۃ اللہ علیہ کے ہم عصر ہیں۔ اور امام شعبہ نے عطاء ابن السائب سے تغیر حفظ سے پہلے سنا ہے پس یہ سند قوی ہے (نیل الفرقدین ص ۱۱۹) اس کے علاوہ ختلط الحدیث راوی کی روایت متابعۃ سے بھی درست ہو جاتی ہے اور طبرانی کی جو پہلی " لاترفع الایدی" والی روایت ہے اس میں حکم عطاء بن السائب کے متابع ہیں اسی طرح موقوف روایت میں بھی حکم عطاء بن السائب کے متابع ہیں۔

قارئین کرام! یہ حدیث صحیح ہے اور ترک رفع الیدین میں صریح بھی ہے اور اس میں منع بھی ہے کہ ان مقامات کے سوا نماز میں رفع الیدین نہ کیا جائے اب اگر کوئی رفع یدین عند الركوع والسجود وعند القيام الى الثالثہ کرے گا تو وہ ان احادیث کے پیش نظر ضرور نافرمانی کی ضد کرے گا۔

ترک رفع الیدین کی دوسری قولی حدیث:

"عن تميمة بن طرفة عن جابر بن سمرة رضی اللہ عنہ قال خرج علينا رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم فقال مالى اراكم رفعى ايديكم كانها اذناب خيل شمس اسكنوا فى

الصلاۃ" (مسلم ج ا ص ۱۸۱)

ترجمہ:

یعنی حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم گھر سے نکل کر ہمارے پاس تشریف لائے اور فرمایا کہ مجھے کیا ہو رہا ہے کہ میں تمہیں مست گھوڑوں کی طرح رفع الیدین کرتا دیکھ رہا ہوں جیسا کہ ان کی دمیں اٹھی ہوئی ہوتی ہیں نماز میں سکون کرو۔

اس حدیث سے بھی صاف ظاہر ہوا کہ نماز میں رفع الیدین کرنے سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود منع فرمایا ہے۔

اعتراض:

زبیر علی زئی صاحب نے اس پر یہ اعتراض کیا ہے کہ تمام محدثین کا اس پر اجماع ہے کہ اس حدیث کا تعلق تشہد کے ساتھ ہے...... مثلا درج ذیل محدثین نے اس حدیث پر سلام کے ابواب باندھے ہیں (نور العینین ص ۱۲۶)

جواب:

یہ دو الگ الگ حدیثوں کو خلط ملط کر کے ایک حدیث بنانا درست نہیں ہے اس حدیث پر امام ابوداود نے یوں باب باندھا ہے باب: النظر فی الصلاۃ (ابی داوٗد ج ۱ ص ۱۳۸)

امام عبدالرزاق نے یوں باب باندھا ہے باب رفع الیدین فی الدعا۔

(مصنف عبدالرزاق ص ۲۵۲ ج ۲)

اور ابوبکر بن شیبہ نے بھی اس پر باب من کرہ رفع الیدین فی الدعا کا باب باندھا ہے (مصنف ج ۲ ص ۴۸۶) معلوم ہوا کہ اس حدیث سے اشارہ بوقت سلام مراد لینا درست نہیں اور محدثین کا اس پر حقیقی اجماع نہیں بلکہ حافظ زبیر صاحب کا خالص جھوٹ ہے اور قاضی عیاض المالکی رحمۃ اللہ علیہ اس بارے میں فرماتے ہیں اور بے شک مالکی نے اس حدیث کو

جواب:

زبیر علی زئی نے ابن عمر رضی اللہ عنہما کی اس کنکریوں والی روایت پیش کرنے کے بعد اس کی سند کو صحیح کہا ہے اور امام نووی رحمۃ اللہ علیہ کا بھی حوالہ دیا ہے کہ یہ نافع تک صحیح ہے سوال یہ ہے اگر ابن عمر رضی اللہ عنہما کی یہ روایت صحیح ہے تو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اس کو اپنی صحیح میں کیوں نہیں لائے حقیقت تو یہ ہے کہ یہ روایت صحیح نہیں اس لیے کہ یہ روایت جزء الرفع الیدین میں ہے اور جزء الرفع الیدین امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے نہیں بلکہ محمود بن اسحاق الخزائی نے لکھ کر امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی طرف منسوب کی ہے اور محمود بن اسحاق الخزائی مجہول اور کذاب راوی ہے۔ اور یہ جھوٹ بولنے والا راوی ہے چنانچہ محمود بن اسحاق نے پہلی حدیث جزء رفع الیدین کی امام بخاری سے یوں بیان کی ہے "**اخبرنا اسمٰعیل بن ابی یونس حدثنی عبدالرحمن بن ابی الزناد .....الخ**) جبکہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا کوئی استاد بھی اس نام کا نہیں ملتا معلوم ہوا کہ محمود بن اسحاق نے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ پر بہتان لگایا ہے اسی طرح امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کیا ہے "**قال البخاری و کذالك یرو عن سبعة عشر نفسا من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم ... الخ**" کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اسی طرح سترہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے رفع یدین عند الرکوع وعند رفع الراس من الرکوع روایت کیا گیا ہے جن میں ابو قتادہ ابو اسید الساعدی البدری، محمد بن مسلمہ، سہل بن سعد الساعدی، عبداللہ بن عمرو بن العاص.. الخ (جزء الرفع الیدین) اب عبداللہ بن عمرو بن العاص سے یہ رفع الیدین کسی کتاب میں جو حدیث کی کتاب ہو اس میں مروی نہیں ہوا یہ خالص محمود بن اسحاق الخزائی کا جھوٹ ہے اسی طرح اس راوی محمود بن اسحاق نے جزء الرفع الیدین میں لکھا ہے "**حدثنا محمود انا عبدالرزاق انا ابن جریج قال اخبرنی نافع**" (**جزء الرفع الیدین ص ۳۳**) اس سند میں عبدالرزاق جو کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے دادا استاد ہیں ان سے محمود کی ملاقات ثابت نہیں ہے۔

"من صلّٰی رکعة لم یقرأ فیها بأم القرآن
فلم یصل الا وراء الإمام" (ترمذی)

مسئلہ ترک قرأۃ فاتحہ خلف الامام

بجواب

مسئلہ فاتحہ خلف الامام (مصنف زبیر علی زئی)

مؤلف

ریحان جاوید

ناشر

مکتبہ اہل سنت گلشن اقبال کراچی

حقیقت الفقہ

پر ایک نظر

افادات

حضرت مولانا ابوبکر غازی پوری (انڈیا)

جمع و ترتیب

ریحان جاوید

ناشر

مکتبہ اہل سنت گلشن اقبال کراچی